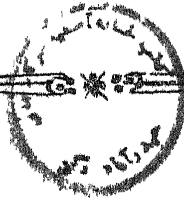
قل الروح من امر ربی



روح القدس

یعنی

تفسیر آیہ قل الروح من امر ربی

مؤلفہ

مولوی علیم الدین محمد وکیل درجۂ اول

سنہ ۱۳۱۰ف
۱۳۱۸ھ

در مطبع عزیز دکن واقع حیدرآباد طبع شد

دیباچہ

کتاب

روح القدس

انسان کامل

خدا نے عالم کو باعتبار اپنے اون اسمار حسنی کے ایجاد کیا جو بیحد و بے حساب ہین - اور
غایت اس تخلیق سے یہہ تھی کہ وہ خود اپنے جمال پاک کو بمصداق ان اللہ جمیل و یحب
الجمال ایک ایسے موجود جامع مین مشاہدہ کرے جو علم ازلی مین اوس کے سابق اور
وجود خارجی مین مابعد ہو - اور یہہ موجود جامع کون ہے حضرت انسان ہے جہان
تخلیق کی غایت تمام ہے - تمام عالم مثل ایک بے جان کالبد کے ہے اور انسان اوسکی
جان ہے ایجاد عالم کی علت غای انسان اور ایجاد انسان کی علت غای کمال جلاے
عالم و ظہور حق سبحانہٗ تعالی ہے - عالم کو انسان کبیر اور انسان کو عالم صغیر کہتے ہین جو کچھہ
تمام عالم مین ہے وہ سب کچھہ اس مین موجود ہے - تمام جہان اس کی تفصیل اور یہہ ساری جہان
کا اجمال ہے اسی لیے اسکا نام انسان رکھا گیا کیونکہ یہہ اُنس سے ماخوذ ہے اور انس کے
معنی الفت و محبت رکھنے والے کے ہین پس یہہ بھی تمام حقایق عالم سے مانوس اور نمونہ

ہر افراد عالم اس میں موجود ہے ہر اسرار اس میں پوشیدہ ہے - اس کا ازلی ہونا باقتضا اس کے وجود علمی کے ہے کیونکہ جب خدا کا علم ازلی ہے تو علم اعیان ثابتہ (انسان) بھی اوس کا ازلی ہوگا اور ابدی ہونا اس لئے ہے کہ علاقت تامہ اوس کی باقی اور ابدی ہے - اس کا مخلوق وحادث ہونا اس لحاظ سے ہے کہ یہ اول خارج میں موجود نہ تھا بعد موجود ہوا - پس اسی احاطہ وجامعیت کے جو کہ وہ تمام حقایق عالم کو شامل ہے اس کا نام انسان رکھا گیا - اور یہہ تمام عالم میں بمنزلہ اوس پتلی آنکھہ کے ہے کہ جس میں بینائی ہو اور بینائی تمام پر محیط ہو - اس کا اگر خارج میں وجود نہ ہوتا تو تخلیق کبھی تمام نہ ہوتی - یہہ بمنزلہ اوس نگینہ انگشتری کے ہے کہ جو محل نقش وعلامت ہے جس کو بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کیا کرتے ہیں تاکہ خزانے محفوظ رہیں ایسی ہی خدا تعالی نے تمام عالم کو وجود انسان کی وجہ سے محفوظ رکھا - یہہ کیونکہ جب یہہ خلیفتہ اللہ ہے تو خلافت اوسی کو زیبا ہے کہ جس میں جمیع استعداد وقابلیت ہر رعایا کو موجب اون کے حقوق وذمہ داری کے دادرسی عطا کرنے کی ہو ورنہ وہ کبھی مستحق خلافت نہیں ہوسکتا کہ جس میں کچھہ بھی استعداد وقابلیت نہ ہو - پس تمام عالم اس کی رعایا ہے اور یہہ سب پر حکمران ہے جبتک عالم میں انسان کامل موجود ہے اوس وقت تک عالم محفوظ رہیگا اور جب یہہ زائل ہوگا تو توڑ دی جاوے گی وہ مہر اور کھل جاویگا وہ خزینہ اور منتقل ہوگی ہر شئے اور آخر ہر چیز کا ظہور طرف آخرت کے ہوگا اور یہاں انسان کامل خزانہ آخرت پر بمنزلہ اس مہر کے ہوگا جو مہر ابدی ہوگی کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام -

انسان کی انسانیت اوس کے جسم کے بدولت نہیں ہے بلکہ اوس کی روح

کے بدولت ہے اور یہ بات ایک مصرع "اللہ نور السموات والارض" اور
قوالب و اشباہ بشر اور بشر اور اس کا زجاجہ ہیں جسم کی مثال مثل
طاق کے ہے اور روح کی مثال مثل چراغ کے - [illegible] آب کی مثال مثل
زجاج کے اور نفس کی مثال مثل شیشہ کے اور حرارت و رطوبت غریزی
جیسے روح حیوانی کی مثال مثل فتیل کے ہے جب تک یہ چراغ روشن رہتا ہے اوس
گھر میں اوجالا ہے اور جب گھر سے یہ چراغ گل ہو گیا تو وہ گھر بھی [illegible] گیا جسم روح کا
گھر ہے اور [illegible] قلب [illegible] جسم میں اگر قلب
مضغہ صحیح ہو تو جسم بھی ٹھیک رہتا ہے اگر [illegible] تو جسم بھی فساد ہوتا ہے
اس سے [illegible] جسم [illegible] نہریں جاری ہیں اور ان نہروں میں
روح حیوانی ایسی ساری ہے جیسے ان نہروں میں پانی بھر رہا ہے - یہی روح حیوانی
روح انسانی کے لئے بمنزلہ روغن ہے اور روح انسان بمنزلہ چراغ اور قلب مضغہ بمنزلہ
فتیلہ کے ہے جب یہ چراغ کدورت عنصری میں رکھا گیا تو آمیزش روح حیوانی سے
ایک اشتعال و شعلہ ناری اوس میں پیدا ہوا اور پھر اس سے قوائے شہوی و غضبی ظہور میں
آئے اور حرارت و رطوبت غریزی نار ہو گئی - اور نشاط جسمانی نے اوس نور کو بھی
نار کیا - پس جو لوگ کہ اس نار کو نور بناتے ہیں [illegible] اونہیں کی شان میں خدا فرماتا ہے
نور علی نور اور وہ جس کو چاہتا ہے الٰہی ہدایت [illegible] اللہ نور السموات و
الارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح - المصباح فی الزجاجۃ الزجاجۃ
کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ
یکاد زیتہا یضیٔ و لو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء

ویضرب اللہ الامثال واللہ بکل شیٔ علیم [illegible] آسمان و زمین کا نور ہے
اور اس نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک [illegible] طاق ہے اس میں ایک چراغ
(روح) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل (قلب) [illegible] اور شیشہ ایسا صاف
گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم ستارہ [illegible] کے آب و تاب کے
ساتھ چمکتے ہیں جس کو کوکب دری کہتے ہیں۔ اور وہ [illegible] شجرہ مبارک زیتون (قدس)
ایسا روشن کیا گیا ہے کہ اگر وہ ایک لمحہ اپنی فیض بخشی نہ کرے تو نہ روح انسانی کا وجود ہو سکتا ہے
اور نہ جسم کا شہود اور وہ شجرہ مبارک نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی حد و جہت نہیں ہے
اور تیل ایسا صاف ہے کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ یعنے روح حیوانی ایسی صاف ہے کہ
بغیر آگ ہی روشن ہو جاتی ہے اور ہزار ہا شعلہ نار ہی اس سے پیدا ہو جاتے ہیں نور فایض
نور پر یعنے فیض اقدس فایض ہے فیض مقدس پر یا روح القدس فایض ہے روح انسانی پر یا روح
انسانی فایض ہے روح حیوانی پر خدا اپنے اس نور کے طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
اور لوگوں کے لیے یہ مثالیں بیان کرتا ہے کہ دیکھو ہمنے انسان کو ایسا موجود جامع بنایا ہے کہ
سب کچھ اس میں موجود ہے اس کی روح تمام عالم ارواح کو شامل ہے اور مظہر روح القدس ہے
اس کا جسم تمام مراتب وجود پر ساری ہے اور مظہر جسم کل۔ اس کے چار اخلاط چار عنصر کے نمونہ
ہیں اور اس کے بارہ سوراخ جسم بارہ برج آسمان کے مشابہ ہیں۔ اس کے تمام اعضار مثل
ان ستاروں کے ہیں جو گرد اگرد آفتاب قلب کے حرکت کرتے ہیں۔ اس کی حرکت مثل حرکت
کواکب و افلاک کے ہے۔ اس کی حضوری مثل طلوع شمس اور غروب مثل غیاب کے۔ جاہ و
رفعت مثل شرف و اوج آفتاب کے جسم مثل زمین کے۔ عظام مثل جبال کے بطن مثل
دریا کے۔ عروق مثل نہروں کے۔ مغز مثل معدن کے۔ قدام مثل مشرق کے خلف

خلعت مثل مغرب کے ۔ یمین و یسار مثل جنوب و شمال کے ۔ انفاس مثل ریاح کے ۔ صوت مثل رعد کے ۔ قہقہہ مثل صواعق کے ۔ گریہ مثل بارش کے ۔ غم مثل ظلمت کے ۔ نیند مثل موت کے ۔ بیداری مثل حیات کے ۔ صبا مثل ربیع کے ۔ شباب مثل صیف کے کہولت مثل خریف کے ۔ شیخوخیت مثل شتا ۔ اور نشو و نما مثل نباتات کے و قس علی ہذا ہر چیز اس میں موجود اور ہر قابلیت اس میں مستتر ہے انہیں کے طرف قرآن میں خدا فرماتا ہے و فی انفسکم افلا تبصرون ۔ لیکن لوگ ہیں کہ توحید لفظی پر ہیں کوئی حقیقت شئے کے طرف نظر نہیں کرتا ۔ جہاں ہے کہ جزی پرست ہے امر کُلّی کا کسیکو خیال نہیں ۔

از علیم الدین محمد وکیل ہائیکورٹ سرکار نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت

خداوندا تو پاک ہے اور ہر طرح سے پاک ہے۔ ہر حمد تیرے لئے ہے تیری کیا تعریف ہوسکتی ہے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے حبیب پاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک میں تیری تعریف ہے کیونکہ آپ ہی کی ذات جمیع موجودات و نوع انسانی سے اعلیٰ و اشرف ترین و برگزیدہ ہے اور آپ ہی کے ذاتِ پاک میں جمیع کمالات صوری و معنوی کلی و جزی ہیں اور یہی مرتبہ مرتبہ جمعیت الہیہ ہے کہ جس کے اوپر پھر کوئی درجہ بجز احدیت ذات کے نہیں ہے۔ آپ خاص مظہر اسم اعظم ہیں اور یہ اسم تمام اسماء و صفات کا جامع ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں اسی لئے ہر ہر نبی ولی کا مذاق جداگانہ ہے اور ہر ایک کی حقیقت علحدہ علحدہ ہے۔ جو جو کمال کہ ہر نبی ولی کو حاصل تھا وہ سب کچھ آپ کے کمالات سے ہے اور آپ ہی جب کمالات کے جامع ہیں اگر اس فرد الافراد کا خارج میں ظہور نہ ہوتا تو کبھی نبوت و رسالت ختم نہ ہوتی اور خدا اپنے کلام پاک میں اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتہ نفرماتا پس سب کچھ آپ پر ختم ہوچکا نبوت کی ابتدا اور اسکا اختتام آپ ہی کی ذات پاک سے ہے۔ آپ اس نعت

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین (مین بھی نبی تھے جبکہ آدم مٹی و پانی مین تھے یعنے موجود بھی نہین تھے) یعنے آپکے اعیان ثابتہ کا تعین بحسب ظہور پر مقدم ہے اور اسی لیے کہ اول وہ چیز کہ جس کو افاضہ کیا احدیت ذاتیہ نے اور تعین کیا فیض اقدس کے ساتھ اپنے علم مین تو آپ ہی کے اعیان ثابتہ ہین اسی کو فردیت اولیٰ کہتے ہین۔ اور اول وہ چیز کہ ایجاد کی اوس نے فیض مقدس سے خارج مین بعالم اکوان وہ آپ ہی کی روح مقدس ہی کہ جس کے نسبت اول ما خلق اللہ روحی آیا ہے پس باعتبار تعین و ظہور کے بھی آپ سب پر فائق ہین اور باعتبار نشار عنصری کے بھی خاتم پیغمبران ولاکن رسول اللہ و خاتم النبین اور خود آپ فرماتے ہین کہ لا نبی بعدی اب جو شخص کہ اپنے کو نبی مجازی ہونے کی تاویل کرے وہ غلط محض غلط ہے کیونکہ آپکا ظاہر رسالت و نبوت ہے اور آپکا باطن ولایت مطلقہ اسی لیے نبوت حقیقی و مجازی ختم ہو چکی اب کوئی نہ نبی مجازی ہو سکتا ہے اور نہ حقیقی۔ جتنے انبیاء کرام گذرے ہین وے سب کے سب آپ ہی کے خوشہ چین ہین اور جتنے اولیاء عظام ہین وے سب کے سب اسی مشکوٰۃ ولایت و نبوت سے فیض یاب ہین۔ اور نبوت و رسالت تمام انبیاء و رسولون کی مقام نبوت محمدی سے ماخوذ ہے اور یہہ مرتبہ بسبب آپ کے ظہور وجود شریف کے ختم ہو گیا ہے آپ جب عالم غیب مین تھے تو فیض نبوت و رسالت تمام انبیاء و رسل کو پہونچاتے تھے اور فیض ولایت کو بھی جو باطن نبوت کا ہے افاضہ کرتے تھے۔ پھر جب عالم شہادت سے عالم غیب مین تشریف فرما ہوئے تو عالم غیب سے بصورت خاتم اولیاء تجلی فرما کر مہر خاتمہ ولایت کی دروازہ ولایت پر فرمائے پس تمامی انبیا و رسل مشکوٰۃ خاتم اولیاء ہی سے دیکھتے ہین اور ہر ایک نبی صاحب ولایت و صاحب نبوت ہے ختم ولایت سے مراد ولایت خاصہ محمدیہ ہے اور ختم نبوت سے مراد نبوت خاصہ حقیقیہ تشریعیہ ہے

مشکوٰۃ خاتم اولیاء سے وہ نسبت واسطہ مراد ہے جو درمیان اُمت اور حق تعالیٰ کے ہے
اسی کو وسیلہ و فیصلہ و مقام محمود بھی کہتے ہین جو مختص ہے خاتم الانبیاء کے ساتھ چنانچہ
اسی لیئے آپنے اپنی اُمت کو اس مقام محمود کے استدعا کے لیئے بعد اذان تعلیم فرمائی ہے
نبوت کے دو قسم ہین ایک نبوت شرعی جس سے مراد احکام امر و نواہی ظاہر شریعت ہین جو
حق تعالیٰ کے طرف سے بطرف خلق بواسطہ انبیاء صادر ہوئے ہین۔ اور دوسری نبوت
تعریفی ہے اور اس سے مراد وہ خبر دینا ہے حقایق و اسرار غیب کا اور ظاہر کرنا ہے
اسرار عالم ناسوت و ملکوت اور اسرار ربوبیت کا بہرحال رسالت و نبوت اگر یہ شرعی
مراد ہو تو یہ منقطع ہو جاتی ہے ولیکن ولایت مطلقہ کبھی منقطع نہین ہو سکتی۔ ہو الاول ہو الآخر
ہو الظاہر۔ ہو الباطن وہو علیٰ کل شیئٍ قدیر۔

از علیم الدین محمد وکیل ہائیکورٹ سرکار نظام

باب ا

روح القدس

لوگ روح کی حقیقت مین سرگردان ہین لیکن روح کے معنے "قل الروح من امر ربی" سے خود پیدا ہین روح کی حقیقت اگر عین امر نہ ہوتی تو خود سرور کائنات علیہ شان ربوبیت سے من امر ربی کے الفاظ نہ فرماتے پس روح کی حقیقت کا بیان قل الروح من امر ربی سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے تاہم اگر اس کے معنے نہ سمجھین نہ سمجھین مگر ہر صاحب سمجھ اس کو جان سکتا ہے۔

قصہ ذوالقرنین و اصحاب کہف کے سوائے نصر بن حارث کا جو سوال تھا اوسکا جواب نہایت جامع مانع فصیح بلیغ الفاظ مین ادا کیا گیا کہ جس سے بڑکر اور کوئی معنی نہین ہو سکتے علماؤن نے بہت کچھہ اس مین تاویلین کین اور اس مین کلام کرنے کو منع فرمایا لیکن ممانعت صریح کہین نہین ثابت ہوتی۔ اگر یہہ مانا ہی ہے کہ خود ختم المرسلین نے اس کی حقیقت بیان نہین فرمائے تو پھر مین یہہ پوچھتا ہون کہ بسوال حقیقت روح من امر ربی کے الفاظ کیا ہین اور کیون یہہ بجواب سوال ادا کئے گئے۔ معلوم و ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھہ روح کی حقیقت تھی وہ الفاظ من امر ربی مین ادا فرما چکے اب جو اس کا اہل تھا وہ سمجھ گیا

اور جو نااہل تھا وہ اس سے محروم رہا کیونکہ ہر شخص اپنی قابلیت اور اپنی فہم کے موافق
ادراک کرتا ہے اگر کفار ون نے اپنی فہم کے موافق اس جواب کو بلا حقیقت شئے معلوم کرنے
صداقت رسالت و نبوت کی ایک دلیل سمجھین ہون تو یہہ اون کی فہم ہے اور اگر علما ءنے
ظاہر ان الفاظ سے روح کے بستہ راز تک نہ پہنچین ہون تو یہہ اون کا ادراک ہے
لیکن محقق ایک ایسے معنے پیدا کرتا ہے جو جاہل سے جاہل کے سمجھہ مین آسکے اور عالم سا عالم بھی
اوس کو مان لے ۔ اور وہ معنے یہہ ہین کہ تمام عالم مصحف آیات الٰہی ہے اور اس کی تصدیق
قرآن پاک سے ہوتی ہے "سنریھم آیاتنا فی الآفاق" پس ہر نشانی نشانی الوہیت ہے
جو بمصداق و ان من شئی الا یسبح بحمدہ ۔ حیات علم ۔ ارادہ ۔ قدرت سماعت ۔ بصارت
کلام کے ساتھہ متصف ہے ۔ لیکن کسی مین بالقوہ کسی مین بالفعل اور انسان مین اسکی جامعیت ہے
عالم ایک کلمہ ہے جو حروف و صورت کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور معنے اس کلمہ کا روح ہے
پس معنے روح عالم کن سے ہے اور صورت جسد عالم فیکن سے ۔ قل الروح من امر ربی
اس کا بھید ہے و نفخت فیہ من الروحی اس کا کشف ہے ۔ روح مظہر صفات الوہیت ہے ۔
اور اس کا مظہر نفس ہے اور نفس کا مظہر جسم اور جسم مامور بامر الٰہی اور یہی معنی ہین قل الروح
من امر ربی کے ۔ کیونکہ خلق صورت امر ہے اور امر حقیقت خلق ۔ خود قرآن سے اس کی تصدیق
ہوتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "الا لہ الخلق و الامر فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔
مظہر شئے صورت شئے اور صورت شئے ایک امر کہ جس کی وجہ سے وہ شئے معقول
و محسوس ہوتی ہے اور اوس کا ظہور اوس کا تمیز و تعین ہے ۔ ظاہر و مظہر ایک دوسرے کے
ساتھہ متحد ہین اگر کچھہ فرق ان مین ہے تو اطلاق و تقید کا ہے جیسے حقیقت مطلقہ انسانی
باعتبار اطلاق ظاہر ہے اور باعتبار تقید مظہر تشخصات ۔ یہان ظاہر نہ مظہر کا مغایر اور نہ

مظہر ظاہر سے مبائن ظاہر تعین و تقید میں مظہر کا تابع ہے اور مظہر اپنے تحقق ظہور میں ظاہر کا تابع۔ ظہور صفت ظاہر ہے اور باطن اس ظاہر کا وہی نقش ظاہر ہے پس جو امر کہ بشئے ظاہر ہوا وہ شئے عین صورت امر ہے جیسکہ جبریل علیہ السلام بصورت وحیہ کلبی تشریف لائے اگر درحقیقت امر کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر یہہ کیا صورت ہے۔ اگر یہہ کہتے ہو کہ جبرئیل کی کوئی صورت نہ تھی یا امر محسوس نہیں ہو سکتا تو انکار وحی لازم آتا ہے جو موجب کفر ہے اور اگر تسلیم کرتے ہو تو وہی صورت ایک صورت امر ہے اور یہی معنے ہین قل الروح من امر ربی کے۔ پرستار امرش ہمہ چیز و کس۔ بنی آدم و مرغ و مور و مگس ہے لیکن باوجود اس کے روح کا بھید تمام کائنات سے پوشیدہ ہے ادراک عقلی و احساس بشری سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبتک کہ اس مین قوت نبوت سے سخن نفرمائے اُس وقت تک اس کا البتہ راز کمال نیبت سے چشم نامحرم سے پوشیدہ رہا اور اب بھی ایسی آنکھہ مصداق ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوہ۔ اس سے محروم ہے جن کو خدا نے ایسی آنکھہ عنایت کی ہے اور اون کا وجہ تقید مٹ گیا ہے تو وہ البتہ اس راز سے واقف ہو سکتے ہین مگر وہ بھی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پس جسطرح کہ حرکت سے ہو اصفات سے ذات تمیز ہوتی ہے اسیطرح احکام و آثار سے روح پیدا ہے اور عقل اوس کی ماہیت ادراک پوشیدا ہے۔ روح کی شناخت روح کے ساتھہ ہے اور اوس کا جمال پردہ تقید مین پوشیدہ ہے۔ روح صورت رحمان اور حقیقت انسان ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس پر دال ہے۔ روح نور جمال ربوبیت ہے کلام اس مین اس لئے منع ہے کہ یہہ عالم صانع سے ہے نہ جنس مصنوع سے کیونکہ

افشار راز سر ربوبیت کفر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندہ
تشام کما تشام الخیل فما تعارف منہا ائتلف و ما تنکر منہا اختلف۔ جسطرح شاہ کے لئے
ایک صورت ہے اور آئینہ کے لئے ایک حقیقت ہے اسیطرح روح کے لئے وجہ
جمال رحمانیت ہے۔ جس نے اس جمال کے ساتھ اوس کو دیکھا وہ اوس کے قدم کا قایل ہوا
اور یہی قل الروح من امر ربی اے من نور ربی۔ کو سمجھا اور جس نے اس کے خلاف
سمجھا وہ اس کے حدوث کا قائل ہوا کیونکہ اس نے روح کو بلحاظ آئینہ کے نظر کیا ہے وہ
الروح حادث لانہ جسم لطیف یقبل الترکیب۔ کا قایل ہے۔ لیکن اگر یون بھی مراد لین تو
محققین کے یہان حدوث کے معنے ظہور اور ظہور کے معنے نور کے ہین اور اس لحاظ سے
وہ اگرچہ حادث ہے لیکن اوس کا بقار ابدی و سرمدی ہے۔ امام قرطبی کا کشف ہے کہ۔
الروح لا یدخل تحت ذل کن لانہ امرہ و امرہ کلامہ و کلامہ لیس بمخلوق ۔
حضرت نظام الحق والدین کا فرمان ہے کہ حقیقت روح مدرکات حسی وعقلی سے خارج
ہے لا یلتقمہ حس و لا یدرکہ عقل کیونکہ جو چیز دور سے نظر آتی ہو تو اوس مین ایک
ایسی قوت ہے کہ وہ جس صورت مین چاہے اپنے کو ظاہر کرے یہی حال روح کا ہے
کہ وہ اگرچہ بے صورت ہے لیکن ہمہ صورت ہے۔ کسی چیز مین ایسا اختلاف نہین ہے
جیساکہ لوگون نے حقیقت روح انسانی کے نسبت اختلاف کیا ہے۔ اطبار روح
حیوانی کو روح انسانی کہتے ہین اور بعض حکمار نفس ناطقہ کو روح کہتے ہین بعض
اوس کے حلول کے قایل ہین۔ بعض اوس کو ہوا شمار کرتے ہین۔ اور بعض اوس کو
پانی کہتے ہین۔ اور بعض نے خون کا نام روح رکھا ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ
روح اخلاط اربعہ ہے جو مجتمع اور کم و کیف مین معتدل ہو۔ اور بعض روح نفسانی یعنے

قوتِ دماغی کو روح کہتے ہین اور بعض روحِ حیوانی یعنے قوتِ قلبی کا نام روح رکھتے ہین اور بعض روحِ نباتی یعنے قوتِ جگر کو روحِ انسانی سمجھتے ہین۔ اور بعض روح نباتی و حیوانی و نفسانی ان سب کے مجموعہ کا نام روح انسانی رکھتے ہین۔ متکلمین کا قول ہے کہ روحِ انسانی جسمِ لطیف ہے جو بدن مین سرایت کی گئی ہے جیسے عرقِ گلاب گلاب مین اشاعرہ کا قول ہے کہ جسم مرکب ہے اجزا لایتجزیٰ سے اور روح ہر ادبھی اجزاء لایتجزیٰ ہین جن کو اجزاء اصل بھی کہتے ہین۔ اور بعض کا یہہ قول ہے کہ روح ایک جزو لایتجزیٰ ہے اور بعض متکلمین کا یہہ عقیدہ ہے کہ روح عرض ہے عوارض بدن سے اور امام رازی کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ اور بعض خداوند کریم کے اجزاء مین سے ایک جزو لیتے ہین اور بعض کا یہہ خیال ہے کہ روح نسیم طیب ہے جو باعثِ حیات ہے۔ اور بعض یہہ کہتے ہین کہ روح کوئی صفتِ جسم نہین ہے بلکہ ذات بارتعالیٰ کی صفت ہے۔ مفتی شاہِ دین کا قول ہے کہ روح عالم امر سے ہے یعنے اوس عالم سے کہ جس کا اندازہ و مقدار نہین اور جس کو عقل قلب نفسِ ناطقہ کہتے ہین حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ ہین موجود کے سوا کچھہ نہین تعبیر کرسکتا۔ اور یہہ سب کچھہ صحیح کہتے ہین لیکن اپنے اپنے ادراک و فہم کے موافق جو حقیقتِ روح ہے وہ سب ان معانی سے برتر و اعلیٰ ہے وہ نہ متصل ہے نہ منفصل وہ نہ داخل ہے نہ خارج وہ نہ حلول کی ہے نہ سرائت وہ نہ جزو لایتجزیٰ ہے نہ جوہر نہ عرض وہ نہ لطیف ہے نہ کثیف وہ نہ اجزاء آطھی سے ہے اور نہ ہوا و پانی سے بلکہ وہ مثال اجمال بے کیف ہے جو کیفیت و ماہیت سے مقدس اور کنہہ ادراک عقل سے خارج اور اوس کے شہود پر قوت حسی سے اطلاع حاصل ہونی ناممکن جو اس کو عرض جسم و جوہر کہتے ہین وہ اوس کے جمال بے کیف سے ناواقف ہین اور جو اس کو علم سے تعبیر کرتے ہین وہ اوس کی حقیقت سے ناآشنا ہین

کیونکہ روح ایک سراج اللہ نور السموٰت والارض اور عکس نور آلہیہ ہے جو ہزار در ہزار
زجاج آئینہ قلوب و مشکات قوالب میں تاباں و درخشاں ہے بلحاظ سراج وہ ایک ہے اور
بلحاظ زجاج وہ متعدد و مختلف ہوا ۔ ۔ ے روم فرماتے ہیں کہ روح یکے دان و تن گشتہ عدد ہا
ہمچو کہ بادام ہا با صفت روغنی ۔ پس جس نے اس کو عالم زجاج سے جانا وہ اس کے تعدد و
حدوث کا قایل ہوا و جس نے اس کو عالم سراج سے جانا وہ اس کے قدیم اور واحد اور لازوال
ابدی و سرمدی ہونیکا قایل رہا ۔ اعیان کہ جن کی خلقت شان امر سے ہے وے دوسرے ہیں
اور نفوس کہ جن کی خلقت خاص اوس کے ید قدرت سے ہے وے دوسرے ہیں ۔ خدا اونکو یہہ
تعریف روح انسانی میں کیا فرماتا ہے جبکہ ملایک مقرب نے اوس سے یہہ سوال کیا تھا
کہ الٰہی جب تو نے دنیا بنی آدم کے لیے سکونت کی جگہہ کی ہے تو عاقبت ہمارے لیے
رکھہ تاکہ اہل دنیا کا اوس میں گذر نہ ہو تو خدا فرماتا ہے **فاوحی اللہ الیہم انی لا اجعل
من خلقت بیدی کمن خلقتہ لہ کن فیکون** یعنے وہ کہ جن کو میں نے خاص
اپنے ید قدرت سے ظاہر کیا وے ایسے نہ ہونگے جو اپنے وجہ امر سے ظاہر ہوں اسی
کے لیے صوفیائے کرام کا قول ہے **الروح لم یخرج من ذل کن لانہ خرج
من کن فکان علیہ ذل قبل من ای شیئ خرج قال من بین جلالہ وجمالہ
سبحانہ بملاحظہ الاشارہ وخصہا بسلامہ واحیاہا بکلامہ فہی معتقۃ من ذل
کن** یعنے روح تنزل در مخلوق کے نہیں ہے جو تحت کن واقعہ ہو بلکہ وہ مخصوص بسلام
حق ہے بکلام ہے ۔ وہ یہہ تو جلال و جمال حق ہے جو بملاحظہ اشارہ بجز اوس عکس جمال و جلال کے
کچھہ اور ظاہر نہ ہوا پس جب یہہ کسی دل صاف میں ہوتی ہے تو بیان اس کا عین جلال و
جمال نظر آتا ہے اور مراد سلام سے یہی ہے کہ سلامتی عکس بجز صفائی محل کے ناممکن ہے

اور جب نطق عکس شخص سے ملا ہوا ہے تو خطاب احیا با بکلامہ صادق ہے۔ اور جس کی کیفیت ہو وہ ذل کن سے آزاد ہے ارواح ملایک بھی اسی لحاظ سے وجود امر اللہ میں داخل ہیں۔ ارواح انسانی بوجہ بد تصرف صورت تجلی ذات ہے اور اس کی نسبت ارواح ملایکہ کے ساتھ ایسی ہی جیسے ستاروں کو چاند کے ساتھ نسبت ہے کیونکہ چاند اگرچہ مرتبہ ظہور میں متفاوت ہے یعنے جب وہ ناقص ہوتا ہے تو ہلال کہلاتا ہے اور جب وہ کامل ہوتا ہے تو بدر کہلاتا ہے لیکن ان ہر دو حالتوں میں اوس کے لیے ترقی ہی اور ستارہ ایک ہی نور رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ اون کا ظہور رہے اسی لئے وہ بدآفتاب سے دور ہیں پس ملایکہ کی حالت بھی یہی ہے کہ وے ترقی سے محروم ہیں۔ خود خدا انجیل جبرئیل علیہ السلام و مامنا الا لہ مقام معلوم فرماتا ہے اور بدور دویت آلہ سے بے نصیب ہیں کیونکہ آفتاب کے بدو ستاروں کے لئے ایک آفت ہے پس چاند اگرچہ بخود روشن نہیں ہے لیکن جو کچھ اوس کا نور ہے وہ نور آفتاب ہے یہی حال انسان کا ہے کہ وہ آئینہ عکس آلہ ہے اور جو کچھ اس میں تاباں ہے وہ نور آلہ ہے انا من نور اللہ والخلق من نوری سے اس کا ثبوت ہے۔

حقیقت روح سے سوال اور اوس کا یہ جواب کہ بھی سائل و مسئول ہے ایک ایسا سر مستتر راز ہے جو قل الروح من امر ربی کی تفسیر کرتا ہے جو اس پر دواقف نہ ہوا وہ شناخت روح سے محروم رہا۔ پس روح حقیقت انسانی ہے اور آئینہ عکس آلہ ہے بوجہ اس حقیقت کے وہ ان اللہ خلق آدم علی صورت الرحمن ہے۔ خدا جسطرح پنہاں بالذات پیدا با ثار ہے اسیطرح روح بالذات مستور و باحکام و آثار مشہود ہے۔ جسم متعلق روح تصرف سے صفات الوہیت کا قابل ہے اور جب یہہ تعلق نہ ہو تو وہ تصرف بھی زایل ہے خدا جسطرح نہ درون عالم اور نہ بیرون عالم اور نہ متصل و منفصل ہے یہی حال روح کا بھی ہے خدا جسطرح ان اللہ علی کل

شئی محیط ہے سطح اس کا احاطہ بھی ہے اور اس کے لئے ایک ایسی قوت ہے کہ ہزار در ہزار صورت تمثیل میں ظاہر کرتی ہے الارواح جنود مجندہ عجب خبد اللہ کہ اینما تولو فثما وجہ اللہ حضرت مسعود بک صاحب نے حقیقت روح انسانی میں جو مثنوی فرمائے ہیں اوس کو ہم بغرض توضیح ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

وهو اهذا

مثنوی حضرت مسعود بک صاحب قبلہ

مثال روح از نور خدا ایست — نہفتہ در ردائے کبریا ایست
وجودش را حیاتے دان مجسم — بلوح صورت اور اسم اعظم
نقش از قدرت دل از ارادہ۔ — ز علمش جان و ذاتش غیر مادہ
نہ چشم اور ا ولے پیوستہ دیدن — نہ گوش اور اولے دائم شنیدن
زبانش نے ولے گوید سخنہا — بکار ند ہمہ تنہا بہ تنہا۔
اگر گویم ہستہ عقل سخبند و — وگر گویم خدا سے دل لپسند د
خدا را صورت ما ر است معنی — بھر وجہ دیگر دارد تجلّے۔
نماید حاجبے و شاہ باشد — بحب جبر و مراور اراہ باشد
جمال او نہاں از چشم ادراک — کنی ہر حس تصور او ازاں پاک
چو امر و خلق را کن ربط دادہ — بغیر مادہ قدرت بہزادہ
ز شہرستان حسنش نازنین است — نہ او از آسمان و نے زمین است

جہان عشق را معشوق دان
بجان خاص تر مخلوق اودان

باب ۳

حقیقت کلام معنوی

یعنی

معنی وحی ۔ الہام ۔ وسوسہ

آسرا ایک کلام ہے اور کلام اوس کا غیر مخلوق لافانی ازلی و ابدی اور غیر منقطع۔ عجب کلام کہ جس مین نہ حروف و اصوات لیکن ہر معنے بر معنے قایم اور دال بر ذات۔ کلام صفت ذات ہے اور قوالب و اشباہ مظہر تجلی کلام ہین۔ اس کا وجود وکلم اللہ موسیٰ تکلیما سے ثابت اور اس کا قدیم اور غیر مخلوق ہونا حدیث القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق سے متحقق۔

اہل اعتزال کو جانے دیجیے کیونکہ وہ کلام کو صفت ذات نہین لیتے بلکہ فعل کی صفت شمار کرتے ہین اور اون کا قول ہے کہ قرآن مخلوق اور کلام بے حروف و اصوات کے ناممکن ہے اور حروف و اصوات مین تبعیض و تکرار و انصرام و انقطاع جایز اور یہہ کلام قدیم کے منافی اس لئے کلام صفت ذات نہین ہے۔ لیکن یہہ خیال صحیح نہین ہے کیونکہ کلام کی حقیقت اوس کا معنے ہے نہ اوس کے حروف نہ اوس کے اصوات۔ حروف و اصوات بمنزلہ آلات ہین جس سے وہ معنے ظاہر ہوتے ہین

بغیر معنے کے نہ آلات کا وجود رہسکتا ہے اور نہ بغیر آلات کے معنی کا شہود ہوسکتا ہے
حروف و اصوات کو زبان سے تعلق ہے اور معنے کو خاص ذات سے نسبت
ہے اسی لئے کلام لسان کلام جنان کی دلیل ہے۔ کیونکہ جسطرح عالم غیب میں حروف
و اصوات بضمن معانی مشہود ہیں اسیطرح عالم شہادت میں معانی بضمن حروف و اصوات
موجود ہیں۔ وہ کلام جنان ہے تو یہ کلام لسان ہے۔ کسی کلام کا زبان پر شہود نہیں
ہوسکتا جبتک کہ خیال میں اوس کا وجود نہ ہو اور یہ وجود بغیر قراءت و کتابت اور
بغیر حروف و اصوات کے ہے اسی پر اجماع اہل اللہ و تابعین و تبع تابعین کا اتفاق ہے
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ نفس قرآن کو خدا نے
بے حروف و اصوات کے کہا اور جبرئیل نے اوس کو حروف و اصوات میں سنا
اور اونہوں نے اوس کو جناب سرور کائنات پر عرض کیا اور آپنے اوس کو امت پر
تبلیغ فرمائے اور امت نے اوس کو مصحف میں لکہا غرض کہ اس کا ظہور مختلف صورتوں سے
ہوا لیکن معنے سب کا ایک ہی ہے کوئی تفاوت نہیں ہے جو روایت کہ امام محمد صاحب نے
امام ابی یوسف کو کی ہے اوس سے خود قرآن کے قدیم ہونے کا ثبوت ہوتا ہے
ناظرت اباحنیفۃ فی خلق القرآن ستۃ اشہر فاتفق رأیی و رأیہ بان
القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ علماء کچھہ ہی سمجہیں لیکن محققین کے یہان خود
حق متکلم ہے و کلم موسی تکلیما۔ اور قوالب و اشباہ مظہر تجلی کلام ہیں اور جو کلام ہے
اوس کے کلام پر دال ہے۔ کیونکہ تم خود غور کرو کہ انسان جو کچھہ کہتا ہے تو پہلے
اوس کی تجلی عالم غیب سے قلب پر وارد ہوتی ہے اور یہ تجلی بموافق اوس کے
فہم و ادراک کے ہے اس تجلی کے بعد پھر وہ اس فہم کو بصورت اصوات و حروف

زبان پر جاری کرتا ہے اور من بعد اپنے اس فہم کی تصدیق لوگوں پر ثابت کرتا ہے اور اوس کے اس فہم پر خود اوس کے حروف و اصوات دلالت کرتے ہین جن کے تجلی عالم حق سے ہے - بس یہی کلام کلام دل ہے اور دل اسی رابطہ کے لحاظ سے لسان اللہ ہے اور لسان دلیل دل ہے - او باہمہ و رحدیث گوش ہمہ او باہمہ و رحضور چشم ہمہ کور - کلام ہی نے تمام عالم ہین وجود بخشا - انما قولنا لشیئٍ اذا اردناہ ان یقول لہ کن فیکون - اور اس کا وجود خود اس کا شہود ہے کیونکہ شہود محبوب یا خطاب ہین ہے یا عتاب ہین اور یہہ دونوں داخل کلام ہین اور اس ہین شہود تمام ہے - اگر حقیقتًا دیکھا جاوے تو اوس کا کلام حیات قلب و قوت روح ہے - یہی کلام تھا جو بطن مریم ہین پڑا اور اوس کو خدا نے اپنی روح کے ساتھہ نسبت دی وکلمتہ القاہا الی مریم و روح منہ اسی لئے روح انسانی مخصوص بہ نطق ہے الانسان سر وانا سرہ سے انسان کی صورت کلام اللہ پر ہے - اور الست بربکم قالو بلیٰ سے اوس کے نطق کی شہادت ہے - تمام صور علمیہ جب ایک ہے کلمہ کن سے ظاہر ہین آئے تو کون اوس کے کلام نامتناہی پر واقف ہو سکتا ہے اسی لئے لایعلمہ الا اللہ و الراسخون فی العلم وارد ہے - وہ الست بربکم کہا تو یہہ قالو بلیٰ ہوا ب وہ کن کہا تو یہہ فیکون ہوا اپنی بات اپنے محرم کو سناتے ہین جو اپنا [illegible] ان ہو اس سے بڑھکر اور کیا راز ہو سکتا ہے وہی متکلم وہی مستمع اور اوس [illegible] لام نامتناہی قل لوکان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان [illegible] مات ربی و لوجئنا بمثلہ مددًا - کلام اوس کا بغیر اوس کی سماعت کے [illegible] ہین سکتے اور جان اوس کا بغیہ

اوس کی بصارت سے نہین دیکھہ سکتے سمعہ الذی سمع بہ و بصرہ الذی
یبصر بہ یہہ جو متکلمین کا خیال ہے کہ کلام اوس کا مسموع نہین ہو سکتا تو اس سے اونہون نے
کلام نفسی مراد لیا ہے جو بلا حروف و اصوات کے ناممکن ہے۔ اور وہ سماعت مین نہین آسکتا
اس سے مذہب اعتزال کی بھی تائید ہوتی ہے جن کا یہہ قول ہے کہ بے حروف
و اصوات کے عقلاً محال ہے۔ لیکن محققین کا یہہ کہنا ہے کہ کیا اوتعالی اپنے کلام کا سامع
نہین ہے اگر نہین تو قرآن و حدیث کے خلاف اور موجب کفر ہے۔ امام صغار کا
قول ہے کہ من قال ان کلام اللہ لیس بمسموع فہو کافر۔ اور خود اس آیہ
قرآن سے ثابت ہے کہ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع علیم۔ وہ خود سامع ہے اور
دوسرون کو بھی سماعت بخشتا ہے جیسے موسی نے اوس کے کلام بے کیف کو سنا
اور عین کلام ہوئے یہان تک کہ اون کے ہر اعضا سے اس کی شہادت ملی اور یہہ
احاطہ کلام ہے اس وقت صاحب سماعت کے لئے دال عین مدلول اور مدلول عین دال
ہے اوس کا کلام ہمارے روح و قلب سے ملا ہوا ہے اور غیر منقطع۔ اگر ایک لمحہ بھی وہ اپنی
فیض بخشی نکرے تو نہ روح کا وجود رہ سکتا ہے اور نہ قلب کا شہود۔ اوس کا کلام بے
کیف گویائی قلب سے معلوم ہوتا ہے۔ قلب بالذات نظرگاہ حق و لطیفہ ربانی ہے
اور اوس کو ساری حواس کی قوتون کے ساتھہ پوشیدہ راز اور معنون تعلق ہے
اور اسی لئے اوس کے اندرونی حواس اوس امر کو جس پر اوس کی خواہش ہو بذریعہ
اعضا قوت سے فعل مین لاتے ہین یہان تک کہ ارادہ فعل کے ساتھہ مقترن
ہو جاتا ہے پس خدا کو بھی ملائکہ آسمانی و زمینی کے ساتھہ اسیطرح بلا حروف و صوت
کے کلام ہے اور دوسرے تمام ملائک۔ اوس کے تقضا پر راضی اور برسرکار رہین اور تمام ہر

بیزار ہیں جن کو یہہ بھید ملا اون کا دل کلام بے کیف کے نور سے منور ہوا
اور جن کو اس کلام پر شعور ہے وہ زحمت حروف و اصوات سے دور ہے۔
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اس کا راز ہے آنکھ میں
سیاہی و سفیدی اور نور ہر سہ شامل ہیں لیکن مقصود صاحب نظر کے لئے
صرف نور ہے جس سے اشکال مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ پس قرآن کی مثال مثل
انسان کی آنکھ کے ہے جس کا ظاہر بجز بیاض و قرطاس سواد و حروف کے کچھ
نہیں ہے اور جس کا باطن محض نور ہی نور ہے۔ پس قرآن کی حقیقت مصحف میں
ایسی ہے جیسے نور بصارت سیاہی و سفیدی میں۔ اگر قرآن قدیم نہیں ہے تو
کیوں یہہ حکم ہے کہ فاذا قرأت القرآن فاستعذ الخ وحتیٰ یسمع کلام اللہ
ثم ابلغہ مامنہ حروف میں سیاہی نہیں ہیں کیونکہ اگر عین سیاہی ہوں تو کسی
دیگر رنگ سے لکھے ہی نہیں جا سکتی تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے پس سیاہی اور شئے
ہے اور اصل حروف اور شئے ہیں۔ بے لون و بے کیف وہی اصل حروف ہیں جو
لوح علم قدیم میں منقوش ہیں لیکن جب یہہ لکھے جاتے ہیں تو رنگ آمیز ہوتے ہیں
اور یہی حال جمیع اشکال عالم کا ہے کہ وے تمام علم اللہ میں موجود و قدیم ہیں اور
بوجہ و صورت مشہود حادث ہیں۔ ہر کلمہ جو لوح علم قدیم سے ظہور چاہتا ہے تو
وہ بحروف طبیعت ظاہر ہوتا ہے حروف طبیعت محققین کے یہاں مفقود اور
کالعدم حقیقت مشہود ہے جیسا کہ افی اللہ شک فاطر السموٰت والارض۔
اجعل الالھۃ الھا واحدا ان ھذا لشیٔ عجاب سے ظاہر ہے حقیقت نطق
انسان کے لئے بمنزلہ فصل ہے جو دیگر اجناس سے اوس کو جدا کرتا ہے اور یہہ

وہ فیض ہے جو حق سے سِر - اور سِر سے روح - اور روح سے دل - اور دل سے نفس
بغیر کسی انقطاع کے نزول کرتا ہے - اور ہر ایک چیز موجب اپنے استعداد کے
اوس کو قبول کرتی ہے ورنہ اوس کا فیض سب پر مساوی ہے کیونکہ باران کہ در لطافتش
طبعش خلاف نیست - در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس - ہر ایک کا مختلف استعداد ہے
پس اگر کلمہ بے کیف وکلمتہ القاہا الی مریم وروح منہ من شجرۃ مبارکۃ
زیتونۃ - سے برآمد ہو تو سبحانی ما اعظم شانہ و انا الحق اور کیا پیدا ہو - یہی حال
ظہور معنی قدم کا ہے صور حادث میں کہ تمام عالم اوس کے آیات ہیں اوس کے نشانیان
ہیں اور تمام ایک کلمہ ہے حروف وصورت کے ساتھ مکتوب اور معنے اس کلمہ کا
روح ہے -

پس ہر کلام ہمارے حواس ظاہری کے وساطت سے حواس باطنی تک پونہچتا ہے اور
سب سے پہلے ہمارے جسمانی کان اوس کو سماعت کرتے ہیں اور پہر روحانی اور
پہر ظلمانی اور پہر نورانی اور اسیطرح انسان ان تمام سے حظ حاصل کرتا ہے - یعنی
جو کلام یا تجلی رویت یا مشاہدہ یا ذوق سے حاصل ہوتی ہے وہ پہلے نور اور نور سے
ظلمات اور ظلمات سے روح اور روح سے گوش جسمانی تک پونہچتی ہے - پس وہ
کلام جو عالم نور میں ہو اوس کو راز کہتے ہیں اور وہ کلام جو عالم ارواح میں ہو
اوس کو الہام کہتے ہیں - اور وہ کلام جو قلب پر ہو اوس کو اشارت کہتے ہیں -
اور وہ کلام جو نفس پر ہو اوس کو بشارت کہتے ہیں - اور وہ کلام جو جسم پر ہو
اوس کو ہاتف کہتے ہیں - اب ہر ایک کے جدا جدا آواز اور تیزی نرمی
کیفیت سے اس کی لذات سے وہی واقف ہے جو اسکا رازدان ہو - ورنہ

قادیانی الطعام نو دن رات ہر ایک شخص پر وارد ہوتے ہین لیکن یہہ تعریف
الہام مین داخل نہین ہین بلکہ وسواس و خطرات نفسانی و شیطانی ہین کسی محقق کے
پاس یہہ الہام نہین ہے کہ تجھکو خواب مین ہنسی نیا دیا اور گاہی کہ خواب مین تجھکو
کر دیا یا خواب مین قرآن مین۔ انا انزلناہ قریبا من القادیان دیکھا
اور سچ کو کچھہ نظر نہ آیا۔ یہہ اوہام وسواس ہین جو ہر شخص کے لیے ہو سکتے ہین ایک
اچھا معبر اس کی عمدہ تعبیر کر سکتا ہے۔ یہہ نہ پیشین گوئی ہے اور نہ الہام۔ کیونکہ قابل
کلام وجود نورانی ہے اور قابل دیدار روح قدسی ہے جو شخص کہ روح اعظم و روح قدسی
و روح الروح تک نہ پونچا وہ اس کے لذات و آواز کو کیا جان سکتا ہے پس قابل دیدار
روح قدسی ہے اور قابل کلام وجود نورانی ہے **القلب بین الجسم و**
الروح۔ والنور بین الروح والذات۔

کلام معنوی کے مدارج ہین ایک وحی ہے۔ دوسرے الہام ہے۔ تیسرے
اجتہاد ہے۔ چوتھے وسوسہ ہے۔ وحی یقین کامل کا نام ہے جس کو نفس مطمئنہ
سے تعلق ہے۔ الہام یقین ناقص ہے جس کو نفس ملہمہ سے علاقہ ہے۔ اجتہاد
ظن کامل ہے اوس کو نفس لوامہ سے تعلق ہے۔ وسوسہ ظن ناقص ہے اسکو
نفس امارہ سے علاقہ ہے۔ اجتہاد کا مرتبہ وسوسہ و الہام کے درمیان ہے اور
اس مین ہمیشہ احتمال خطا رہے۔ کیونکہ **المجتہد یخطی و یصیب** وارد ہے
اگر نور الہام اجتہاد مین اثر کرے تو یصیب ہے ورنہ اگر ظلمت وسوسہ ہو تو
فکن ہو تو یخطی۔ الہام کا مرتبہ اجتہاد وحی کے درمیان ہے اگرچہ اس مین خطا کو
گذر نہین لیکن حجت و استدلال سے اس مین دخل دیا جاتا ہے اس لئے

اس کے یقین میں نقص ہے اور اگرچہ کہ اس کا جوہر بھی جوہر وحی سے ملا ہوا ہے اور اس لئے الہام اولیاء مثل وحی قابل حجت ہے لیکن اس کے اجتہاد میں احتمال خطاء ہے پس یہ یقین میں ناقص ہے بخلاف اس کے وحی کمال یقین کا نام ہے جس میں کبھی ظن کو دخل نہیں ہو سکتا۔ پس اجتہاد اثر علم الیقین ہے جو ظن کامل ہے اور الہام عین الیقین ہے جو عالم کشف سے متعلق ہے۔ اور وحی حقیقت حق الیقین ہے اور جس کی صفت حبل المتین ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔

ہر کلام کے جانچنے کے لئے قرآن ایک کسوٹی ہے جو کلام قرآن کے موافق ہو وہ الہام ہے اور جو اوس کے مخالف ہو وہ وسوسہ ہے۔ اجتہاد کی مثال مثل اوس صبح کے ہے جو آفتاب سے جس قدر قریب ہو روشن تر ہو اور جس قدر بعید ہو تاریک تر ہو پھر صبح اول جو شب سے قریب ہو کاذب ہے اور صبح دوم جو دن سے قریب ہو صادق ہے۔ یہی حال اجتہاد کا ہے کہ وہ بلحاظ قرب وسوسہ محل خطاء ہے اور بلحاظ قرب الہام مصدر صدق ہے۔ الہام عالم کشف سے ہے اور خطاء و کذب کو اوس میں گذر نہیں ہے کیونکہ العین الصادق والسمع الکاذب ایک مشہور مقولہ عرب ہے الہام کی مثال مثل اول دن کے ہے کہ جس میں نور آفتاب نزول کرتا ہے اسی کو صوفیاء کرام خطرات رحمانی سے موسوم کرتے ہیں۔ الہام بنسبت وحی کے خوف و ستر و حجاب و سلب رکھتا ہے اور واجب ثبات نہیں ہے مگر اوس وقت جبکہ نور وحی کا اوس میں اثر ہو تو اوس وقت بموجب اجتہاد و ستر و حفاظت لازم ہے۔ وحی عالم نور سے ہے اور الہام و اجتہاد کے تمام آثار کو اوس سے ظہور ہے اور اس کا کشف خوف و ستر سے آزاد ہے کیونکہ یہ

سے نتیجہ پیدا ہے اور جو نتیجہ پیدا ہو اوس کو کوئی چیز ساتر نہیں ہوسکتی - پس
وحی حقیقت کلام ہے اور الہام اوس کا عین اور اجتہاد اوس کا اثر اور وسوسہ
اوس اثر کا اثر ہے - وسوسہ حدیث نفس ہے - اور اجتہاد فتویٰ قلب - اور الہام
امر روح - اور وحی کلام ہے - اور یہہ تجلی کلام ہے جو حق سے سِر اور سِر سے روح اور
روح سے دل اور دل سے نفس تک بے انقطاع نزول کرتا ہے - اگر ایک لمحہ بھی اس کا
فیض منقطع ہو تو نہ روح کا وجود رہ سکتا ہے اور نہ قلب کا شہود - پس جو کلام کہ حق سے
سِر کو پہنچے وہ وحی ہے اور جو کلام کہ سِر سے روح کو پہنچے وہ الہام ہے - اور جو کلام کہ
روح سے دل کو پہنچے وہ اجتہاد ہے - اور جو کلام کہ دل سے نفس کو پہنچے وہ وسوسہ ہے
جیسے یہہ اصول ہے کہ کوئی شے نہ بھلی ہے نہ بری بلکہ ہر چیز کو اوس کے خارجی حالات
واقعات سے بری یا بھلی کر دیتے ہیں اسیطرح اون تمام خطرات کا حال ہے جو قلب انسان
پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ یہہ بھی مختلف نہ اچھے ہیں نہ برے بھلائی و برائی بھی ان کی
جس کو خیر و شر کہتے ہیں قلب کے انقلابات سے متعلق ہے - اگر قلب صفات روح سے
متصف ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات خیر ظاہر ہوگی ورنہ اگر یہی قلب صفات
جسم سے متصف ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات شر ظاہر ہوگی اور اسی لئے خیرہ و
شرہ من اللہ تعالیٰ ہے - کیونکہ قلب روح و جسم کے درمیان ایک برزخ واقع ہے
کسی چیز میں ایسی وسعت نہیں ہے جیسے اس میں خدا نے رکھی ہے یہہ بالذات
نظرگاہ حق و لطیفہ ربانی و نقطہ دائرہ روحی ہے انسان کے قالب میں اگر یہہ چیز
نہ ہوتی تو کبھی روح و جسم کا جو بظاہر ایک دوسرے سے مبائن ہیں اتصال ہی نہ ہوتا
پس بلحاظ برزخ ہونے کے اس کی طبیعت مباینات کی طرف مائل ہے جہاں نہ امر مرجح ہے

اور نہ نفی پر ناہی اور یہی اوس کی عین طبیعت ہے اب پھر جبطرف اس نے توجہ کی
اوس کا ہمرنگ بنکر بسبب تواتر و عادت کے وہی شئے بن جاتا ہے جس کی خو بو
ہین وہ ایک مدت تک رہا ہے اگر صفات روح سے متصف ہو تو اوس کے احکام و
آثار لیگا اور اگر صفات جسم و بعناصر سے متصف ہو تو اوس کے احکام و آثار لیگا۔
بہرحال اس کے ایسے انقلابات ہی کی وجہ سے اس کا نام قلب رکھتے ہین پس ہر
تجلی جو قلب پر وارد ہوتی ہے وہ عین نور ذات ہے اب قلب اوس کو بمناسبت
اپنے انقلابات کے ظاہر کرتا ہے جسطرح کہ نور چراغ مختلف رنگ آمیز شیشون مین
گوناگون معلوم ہوتا ہے اور ہر شیشہ مختلف رنگ کا ہے جو بمناسبت اپنی قابلیت
کے اوس نور کا حامل ہے لیکن جب وہ نور اس سے ظاہر ہوتا ہے تو بمناسبت
قابلیت اوس شیشہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی حال اوس کلام بے کیف کا ہے جو
عین تجلی نور ذات ہے جب وہ قلب پر وارد ہوتا ہے تو بصورت خیر و شر ظاہر ہوتا
ہے ورنہ ہر خطرہ خیر محض ہے نہ خیر ہے نہ شر۔ خیر و شر کے صفات اوس کو بوجہ رنگ
آمیزی شیشہای قلب لاحق ہوتی ہے کیونکہ اگر قلب روح سے جنسیت پیدا کرے
تو صفات خیر اوس سے ظاہر ہونگے اور ان خطرات کا خطرات خیر نام ہوگا ورنہ
اگر قلب کثافت جسم سے جنسیت پیدا کرے تو صفات شر اوس سے ظاہر ہونگے
اور ان خطرات کا خطرات شر نام ہوگا۔ پس اگر قلب نفی پر متوجہ ہو تو یہہ تجلی ذات
کو بصورت خطرات شیطانی پیدا کریگا اور اگر امر مباح سوا ہو اور اوس کو
طلب و شوق پیدا کرے تو تجلی بصورت خطرات ملکی ظاہر ہوگی اور اس کو نفس
ملہمہ سے علاقہ ہے اور اگر مباحات پر میل کرے جو اوس کی عین طبیعت ہے تو تجلی

ذات بصورت خطرات نفسانی ظاہر ہوگی اور اس کو نفس لوامہ سے تعلق ہے۔ اور اگر بوجہ عشق معلومیت ذات پیدا کرے اور اس سے اوس کی گردش کو سکون و اطمینان ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات رحمانی ظاہر ہوگی اور اس کو نفس مطمئنہ سے علاقہ ہے۔ اب ہر خطرہ چاہئے خیر ہو یا شر دو جہت ہوگا یا تو وہ قلب میں ثابت ہوگا یا آمد و رفت رکھے گا اگر خطرہ شر قلب میں ثابت ہو تو خطرہ شیطانی ہے۔ اور اگر صرف آمد و رفت رکھے تو خطرہ نفسانی ہے اسیطرح خطرہ خیر اگر ثابت ہو تو خطرہ رحمانی ہے اور اگر آمد و رفت رکھے تو خطرہ ملکی ہے۔ خطرات شیطانی اثر وسوسہ ہیں اور خطرات نفسانی اثر اجتہاد اور خطرات ملکی اثر الہام اور خطرات رحمانی اثر وحی ہیں۔ امام قشیری کا بھی یہہ بیان ہے کہ۔ الخواطر ید و علی الضمایر وقد یکون بالقاء الشیطان وقد یکون حدیث النفس وقد یکون من قبل الحق سبحانہ تعالی فاذا کان من قبل الشیطان فہو الوسواس و اذا کان من قبل الملک فہو الہام فاذا کان من قبل النفس فہوا لہہ اجس۔ و اذا کان من قبل اللہ و القاء الی خاطر فہو الحق وجملہ ذالک من قبیل الکلام۔ یعنے خطرات صورتیں ہیں کلام بے کیف کے جو ہر محل میں بہ تجلی دیگر علیحدہ علیحدہ نام سے موسوم ہیں اگر نزول کلام بواسطہ نفس ہے تو ھاجس کہتے ہیں اور اگر بواسطہ شیطان ہے تو وسوسہ ہے اور بواسطہ ملک ہے تو الہام ہے اور اگر بواسطہ حق ہے تو وحی اور خاطر حق ہے۔ پس ہر چہ آید در دلم غیر تو نیست یا توئی یا بوی تو یا خوی تو۔

باب (٣)

روح وجسم کا تعلق اور جسم وروح کی باہمی نسبت

طبیعت میں جیسے حقیقت پوشیدہ ہے۔ موم میں جیسے نرمی محیط ہے پھول میں جیسے بو پیدا ہے اسی طرح روح کا جسم میں ظہور رہتا ہیں جسم کی مثال مثل طبیعت کے ہے جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ اور حقیقت کی مثال مثل روح کے ہے جو صفات الوہیت سے متصف ہے۔ صفات الوہیت حیات۔ علم ارادہ۔ قدرت بواسطہ روح جسم میں مؤثر ہیں اور جسم اس سے متاثر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب پر واللہ من ورائهم محیط۔

احاطہ روح مثل اوس خوشبو کے ہے جو پھول کے ہر ہر جزو لا یتجزیٰ پر محیط ہے اور صفات روح مثل اوس نرمی موم کے مشابہ ہیں جو کبھی اوس کی ذات سے

جدا نہیں ہو سکتے۔ جسم روح کا مرکب ہے اور روح صفات الوہیت سے
اوس پر متصرف ہے۔ ہر تخم میں جیسے برگ و شاخ و گل و میوہ پوشیدہ
ہیں اسیطرح روح میں صفات الوہیت پنہاں ہیں۔ ظہور ان صفات کا
نہ ہوتا اگر وہ تخم زمین قالب انسانی میں نہ دفن کیا جاتا جسم بظاہر منفصل
مگر بمعنے متصل ہے۔ صورت جسم اگرچہ اربعہ عناصر آب و خاک آتش و باد سے
مرکب ہے مگر بمعنے حیات۔ علم۔ ارادہ۔ قدرت سے متصف اور یہ وجود۔ علم نور
شہود سے۔ مشہود و معبر۔ صورت خاک بظاہر اگرچہ تاریک مگر معناً و اشرقت
الارض بنور ربہا سے منور ہے۔ باد اگرچہ صورتاً ہوا مگر معناً لا تسبو
الریح فانہ من نفس الرحمان سے موصوف۔ نار اگرچہ کثیف مگر معناً
وجعل لکم من الشجر الاخضر نارا سے معبر۔ آب اگرچہ کثیف مگر معناً
وجعلنا من الماء کل شئ حیا۔ وکان عرشہ علی الماء سے موصوف
پس روح ایک سراج اللہ نور السموات والارض اور قوالب و اشیاء اوسکے
ہزار در ہزار زجاج ہیں جن میں اوس ایک سراج کا عکس تاباں ہے جسم
بمنزلہ اوس کے معافہ کے ہے جو اوس چراغ پر ڈھکا ہوا ہے۔ اگر جسم
لطیف کر لیا جائے نور روشنی چراغ جو اندرون محافہ ہے اوسیطرح بیرون
محافہ بھی محیط ہو گی جسطرح کہ اندرون محافہ ہے ورنہ اگر کثیف ہی کثیف رہے
نور روشنی چراغ اندر ہی جذب رہے گی اور باہر اوس کا باحکام و آثار ضعف
ہوگا جیسے ایک روشن چراغ پر دبیز کپڑا لپیٹنے کے بعد حالت پیدا ہوتی
ہے۔ پس روح کی نسبت قالب کے ساتھ ایسی پوشیدہ ہے کہ اگر اوسکا اثر

کھُل جاوے تو قالب میں روح ہو جاتا ہے جیسے عالم خواب میں ہمارا جسم مثالی ہمارے لئے ایک روح کی مثال ہے جس کو ہر جگہ سیر و طیر ہے اور خرق و التیام نہیں ہے پس قالب تمثیل روح اور روح تمثیل رب ہے جس کا ثبوت اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان الارواح جنود مجندہ و جنود من جند اللہ لیسو ملا یکتہ ولہم رؤس و ایدو ارجل اور یہ تمثیل روح و قالب کی ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ تمثیل ذات بروجہ روح ہے اگر اللہ تعالی شانہ اپنی وجہ ربوبیت کو قالب انسان میں نہ رکھتا تو کبھی اوس کی معرفت نہ حاصل ہوتی اور وہ کبھی اپنی معرفت پر بار بار تاکید نہ کرتا کہ تم میرے آیات پر غور کرو اور تم میری نشانیوں پر فکر کرو اور میرے اخلاق کو حاصل کرو اور میں تم سے تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جسم مظہر الوہیت ۔ مثال مظہر وحدت ۔ روح مظہر ذات ہے ۔ تجلی ذاتی مرتبہ وحدت (حقیقت محمدی) میں اعتبارات وجود علم ۔ نور و شہود سے معبر اور یہی اعتبارات مرتبہ الوہیت (حقیقت انسانی) میں بصورت حیات علم ۔ ارادہ ۔ قدرت سے متصف و منفصل ۔ اور حیات و علم و قدرت وغیرہ مرتبہ ارواح میں نفس کل طبیعت کل جوہر ہبا ۔ شکل کل سے موسوم اور یہ عالم اجسام میں آب و آتش خاک و باد کی صورت سے ظاہر پس حقیقت روح بظاہر نفس کل طبیعت کل جوہر ہبا شکل کل سے متحقق و بباطن تجلی ذات اور حقیقت جسم بظاہر اربعہ عناصر مگر بباطن صفات الوہیت سے متصف ۔ اور یہی فرق ہے جسم و روح کی حقیقت میں کہ ایک شخص ہے اور ایک عکس اور آئینہ جسم ناقص

اگرچہ فنا ہوتا ہے مگر روح جو ابدی و سرمدی ہے باقی رہتی ہے اور فنا نہیں ہوتی
جیسے عکس آئینہ سے اگرچہ فنا پذیر ہوتا ہے لیکن وہ علم جو اوس سے متعلق ہوتا ہے
وہ مثل اثر سجود پیشانی پر باقی رہتا ہے اور کبھی فنا نہیں ہوتا۔ پس جسم کی حیات
جان سے ہے اور جان کی حیات جانان سے اور اصلی عکس حقیقتاً میں شخص ہے کیونکہ
وہ نہ خود بخود ظاہر ہے اور نہ خود بخود مستور اوس کا جو کچھ نطق و سکوت ہے اوس کا جو
کچھ حرکت و سکون ہے وہ شخص کے تابع ہے پس جب عکس کو شخص سے وجود ہے اور
شخص کو عکس سے شہود تو روح و جسم کا تعلق اور جسم و روح کی نسبت اس سے ظاہر ہے
اگر عکس عین شخص نہ ہوتا تو انا الحق و سبحانہ تعالیٰ ما اعظم شانی کا کبھی ادعا نہ ہوتا قاعدہ ہے کہ
جب محل صاف ہوتا ہے تو عکس و شخص دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں اور اسی نافت کو
مرتبہ اول میں امر کہتے ہیں پس روح کا ظاہر جسم اور جسم کا باطن روح ہے اور قلب
اس کا برزخ اور انسان ان سب کا جامع ہے اور اسی جامعیت کے لحاظ سے انسان
صورت رحمان ہے اور اس کی معرفت عین اوس کی معرفت ہے کیونکہ اوس حقیقی
معنے کا بجز اس مجازی صورت کے ظہور ناممکن تھا انسان اگر ظلوم و جہول کا مصداق
نہ ہوتا تو کبھی بار امانت کا بوجھ بھی یہ نہ اٹھا سکتا امانت اس کی جامعیت و کمالیت
ذاتی ہے کہ جسکا اشارہ روح قدسی و روح اعظم و روح الروح و نفس رحمانی کے طرف
ہے اور ظلوم و جہول اوس کا جسم ہے کہ جس کی نسبت اس کے جسم عنصری کے
طرف ہے کیونکہ ظلوم ظلمت سے مشتق ہے نہ ظلم سے اور اس اشتقاق کی یہہ مناسبت ہے
کہ انسان کا ایک طرف ظلمانی و عدمی ہے اگر انسان کا ایک طرف ظلمانی و عدمی نہ
ہوتا اور پھر دو طرف محفوظ . بوجود ہوتے تو کبھی وہ علم آدم اسماء کلہا کا

مخاطب الانسان سر و انا سرہ کا محرم نہ ہوتا ایک تجلی علمی ہے اور ایک تجلی ذاتی ہے اور انسان ان ہر دو تجلیات کا حامل ہے اور یہی امانت ہے کہ جس کا قیام بغیر اس جسم ظلمانی کے ناممکن ہے اور غایت ظہور و کمال عرفان بھی یہی ہے پشت آئینہ پر اگر پارہ نصب نہ کیا جائے تو روشنی چراغ یا عکس شخص نظر نہیں آسکتا یہی حال اوس روح قدسی کا ہے کہ اگر اوس پر یہ لباس عنصری نہ ہوتا تو کبھی اوسکا ایسا ادراک ظاہری نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کو عالم غیب میں بجز سبعہ صفات الوہیت کے اور کسی صفات کا علم نہ تھا اور نہ وہ اوس سے موصوف تھی لیکن اس کے یہہ معنے نہیں کہ اوس میں کسی صفات کا اجمال نہ تھا بلکہ ہر شئے کی قابلیت اوس میں ضرور تھی اور یہہ اجمال تفصیل کا محتاج تھا اس لیے وہ اپنے کمال عرفان کے لیئے قالب خاکی میں آکر قرار لیا۔ اگر بلا اعتبار صفات کنت کنزاً مخفیاً تھا تو باتصاف صفات مخلقت الخلق لاعرف کا مصداق بنی جس کا غایت ظہور و عین معرفت حضرت انسان ہے اور یہہ جمیع کائنات کی روح و جان ہے اور تمام کائنات بمنزلہ اس کے جسم کے ہے اور یہہ تمام کا اصل ہے اسی کو آدم مطلق نفس رحمانی وجود عام کہتے ہیں صاحب گلشن راز کا قول ہے کہ ؎ جہان انسان شد انسان جہانی۔ ازین پاکیزہ تر نبود بیانے۔ پس انسان کے جسم کی مثال مثل واجب کے ہے اور اس کے روح کی مثال مثل ممکن و ممتنع کے ایک انسان کا ظاہر ہے تو دوسرا انسان کا باطن ہے۔ جسم اس لیئے واجب ہے کہ روح کا ظہور بجز اس کے ناممکن تھا کیونکہ اوصاف روح بغیر اس کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے جیسے سوکھی مٹی بغیر پانی کے گوندی نہیں جاتی اسیطرح روح کے اوصاف بغیر اس جسم کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے اور جیسے عناصر اربعہ بغیر پانی کے قایم نہیں

رہ سکتے اسیطرح بغیر اس جسم خاکی کے تنبیہ نہیں ہو سکتی اور نہ اوس کے احکام و آثار
معلوم ہو سکتے ہیں - اسی لئے عالم شہادت میں روح اپنی صفات سے معلوم و محسوس
ہوتی اور یہی اوس کی کمالیت ہے کہ مطلق سے مقید ہوئی جاری سے مقیم نبی علوی سے
سفلی ہوئی جیسی کہ جس رنگ میں گئی اوس کے ہمرنگ ہوئی اور جیسے جیسے صفات
اس نے حاصل کیے ہیں اسی لئے انسان کا جسم خاکی شرف رکھتا ہے اس کا عنصر آب
بمصداق وجعلنا من الماء کل شئی حیّ دیگر عناصر پر فیض بخش و فیض رسان ہے اور ملحوظ
اپنی اس قوت کے قوت و قابلیت بکامل سے مشابہ ہے انسان کی روح جاری بمنزلہ
مکمن ہے کیونکہ یہہ خود بخود قایم نہیں ہے گاہے ہست ہے و گاہے نیست ہے روح جاری
اس قالب خاکی سے بالکل مشابہ ہے جو حالت خواب میں سیر و طیر کرتی رہتی ہے اور یہی روح
تھی جو روز میثاق الست بربکم قالو بلیٰ کی جواب دہ تھی خلق الارواح من
قبل الاجساد سے یہی روح جاری مراد ہے اور یہہ روح روح مقیم سے قایم ہے اور روح
مقیم روح قدسی ہے اور روح قدسی پر تو نور ذات ہے اور امر رب ہے اور
اس کا وجود خود بخود قایم ہے اسی روح جاری سے انسان کے جسم خاکی کو حرکت ہے
اور یہی وجود مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک تحت سے فوق اور فوق سے
بالائے عرش تک محیط ہے اور بوجہ اس قوت کے قوت اسرافیل سے مشابہ
ہے اور یہ روح دایم بحرکت ہے اور اس کو ایک لمحہ قرار نہیں ہے نہ خواب میں
نہ بیداری میں - تمام معاملات کا یہ تماشہ کرتی ہے اور اس کا تعلق قلب منیب سے ہے
اور قلب منیب کو نفس لوامہ سے علاقہ ہے انسان میں ایک روح ناطقہ بھی ہے اسکو

ممتنع الوجود کہتے ہیں۔ یہ روح ناطقہ روح قدسی سے کسقدر فرق رکھتی ہے اور یہ فرق ایسا ہے جیسے آگ اور اوس کی حرارت مین فرق ہے اور یہ روح پر نور روح قدسی ہے اور اس کا کام خطرات صوری و معنوی کے قبض کرنیکا ہے اور بلحاظ اس قوت کے صفت عزرائیل سے مشابہ ہے اور یہ روح امور جزوی و کلی پر ہر دو کا ادراک کرتی ہے اور اس کا باطن قلب سلیم ہے القلب السلیم لیس فیہ سوا ہی معرفت اللہ اور اس کو نفس مطمئنہ سے علاقہ ہے پس واجب الوجود جسم خاکی ہے اور اس کو روح نباتی سے تعلق ہے اور یہ بمنزلہ و مشابہ قوت و قابلیت میکائیل ہے۔ اور ممکن الوجود تن روحانی ہے اور یہ روح منحرک ہے جو مشابہ قوت و قابلیت اسرافیل ہے اور ممتنع الوجود تن ظلمانی ہے اور اس کو روح ناطقہ سے علاقہ ہے اور یہ مشابہ قوت و قابلیت عزرائیل ہے۔ اور عارف الوجود کو روح قدسی سے تعلق ہے اور یہ بلحاظ قوت و قابلیت مشابہ قوت و قابلیت جبرئیل ہے اور یہ جسم نورانی ہے اور نور نورہی قلب شہید کو اس روح سے علاقہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کا جسم واجب الوجود ممکن الوجود و تن روحانی سے قایم ہے اور یہ روحانی تن ممتنع الوجود تن ظلمانی سے قایم ہے۔ اور تن ظلمانی روح قدسی و احد الوجود سے اور یہ احد الوجود بذات خود قایم ہے۔

باب ۴

روح القدس اور اوس کے مختلف اعتبارات

جسم و روح کے تعلق معلوم ہونگے بعد آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روح نے مختلف صفات سے مختلف نام لیے ہیں مگر وہ حقیقتاً ایک ہے اور یہ اوس کے اعتبار ہی مختلف حیثیات ہیں جو اوس کے وحدت ذاتی کو باطل نہیں کر سکتے۔ روح قدسی ہی ایک ایسی شے ہے کہ جو روح اعظم روح الارواح ابوالارواح و روح محمدی ہے اور یہ سب کا اجمال ہے اور تمام ارواح اس کی تفصیل ہیں اسی کو **نفس رحمانی و تجلی و امر و ذات بحت** کہتے ہیں اور اس کے ظہور کا نام **عالم امر و مرتبہ محمدی** ہے۔

اس نفس رحمانی کے کئی مختلف نام ہیں لیکن جدے جدے اعتبار سے۔ اگر بلا کسی اعتبار کے اس کا تصور ہو تو **ذات بحت** ہے۔ اگر یہ سلب و ثبوت قابلیات اعتبارات صفات یہ معتبر ہو تو وحدۃ و **حقیقت محمدی** ہے اگر بالاتصاف صفات آلہی و کیانی متصف ہو تو الوہیت و حقیقت انسانی ہے

اگر صرف استعداد ظہور اعیان ثابتہ میں بخشے تو فیض اقدس ہے۔ اور اگر مناسبت
اعیان ثابتہ استعداد ظہور خارج میں بخشتے تو فیض مقدس ہے۔ اور اگر خارج
میں ظہور کرے تو عالم امر ہے کہ جس کا باطن عقل اول و جس کا ظاہر قلم اعلیٰ ہے۔
اہل سائنس اس کو تفصیل کہتے ہیں اور اگلے متشرقین اس کو اخراج مانتے
ہیں۔ اور صوفیائے کرام اس کو عالم امر و مرتبہ محمدی کہتے ہیں تمام محققین استثنا کو مانتے ہیں
کہ جیسے علوم ات شد بواسطہ عقل کل یعنی عقل اول ظاہر ہوئے ہیں اور ان سب کا
ثبوت نفس کل میں ہے۔ عقل اول مرتبہ سلبی روح اعظم اور نفس کل مرتبہ ثبوتی روح اعظم ہے
عقل اول مصدر عالم معانی مجید دعتی المادہ ہے اور نفس کل بجائے لوح محفوظ و ام الکتاب
واقع ہے۔ ایک نفس کل میں بمناسبت اعتبارات و حادث اسطرح تفصیل ہوئی کہ طبیعت
کل بمنزلہ اعتبار علم ٹھہری کیونکہ اس میں جمیع بواطن موجودات کی ظہور ہونے کی باالقوہ قابلیت
ہے۔ اور جوہر ہیولا بمنزلہ اعتبار وجود ہوا کیونکہ اس میں باالقوہ جمیع صور کے قبول کی قابلیت
موجود ہے۔ اور شکل کل بمنزلہ اعتبار نور ٹھہرا کیونکہ کمالیت ظہور نور اشکال پر موقوف
ہے اور جسم کل بمنزلہ اعتبار شہود ہوا کیونکہ کمالیت شہود جسم پر موقوف ہے پس
یہہ چار تفصیل روح اعظم کی مرتبہ ثبوتی کے اجمالی ہیں جس سے تمام موجودات کی قوت
و قابلیت اور تمام موجودات کی طبیعت اور تمام موجودات کے اشکال اور تمام
موجودات کے اجسام ظہور میں آئے یعنے تمام قوت و قابلیت عالم قوت و قابلیت
محمدی کی تفصیل ہے۔ اور تمام طبایع عالم طبیعت محمدی کی تفصیل ہے۔ اور تمام
اشکال عالم شکل محمدی کی تفصیل ہے اور تمام اجسام عالم جسم محمدی کی تفصیل ہی

اسی کو مرتبہ محمدی کہتے ہین اور عالم امر بھی اسی کا نام ہے اور چونکہ پھر اس مین
اجمال ہے لہذا اس اجمال کی تفصیل بجز حضرت انسان کے جمیع مخلوقات واقعہ
ہے جو تحت کن ہین اس کو عالم خلق کہتے ہین الا لہ الخلق والامر فتبارک
اللہ احسن الخالقین اور انسان عین کن ہے اہل فلاسفہ کے پاس بھی
عالم تفصیل کے چار ہی اقسام ہین ایک عقول عشرہ دوسرے نفوس مجردہ فلکیہ تیسرے
نفوس منطبعہ عالیہ چوتھے موجودات خارجی اور یہی اب صرف جو کچھ اختلاف ہے
وہ الفاظ کا ہے یعنے اہل بیت عقول عشرہ کو قلم و نور و عقل کہتے ہین اور صوفیا
کرام اس کو عقل اول یا عقل کل یا عقل محمدی سے تعبیر کرتے ہین نفوس مجردہ فلکیہ کو اہل شرع
لوح محفوظ کہتے ہین اور صوفیا کرام اس کو نفس کل یا نفس محمدی شمار کرتے ہین غرضکہ
مال سب کا واحد ہے سب اسباب کو تسلیم کرتے ہین کہ تمام موجودات بواسطہ عقل
اول یعنے عقل محمدی ظاہر ہوئے ہین اور یہی تمام عالم معانی و معقول کا مصدر ہے
اور تمام عقول اس سے ناشی ہو کر تفصیل واقعہ ہین ہر عالم چاہے وہ غیب ہو یا عالم
شہادت سے ایک کتاب الٰہی ہے اور اوس کا ہر فرد افراد موجودات سے ایک
کلمہ ہے کلمات اللہ سے جو اپنے خاص معنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام عالم
بطون سے بواسطہ عقل اول ظاہر ہوئے ہین جسطرح کہ جوہر و عرض دو ماہیات عالم مین
اسیطرح حروف و اعراب کتاب مین بمنزلہ دو حقیقت کے ہین اور جیسے عرض کا
قیام جوہر کے ساتھ ہے اسیطرح اعراب کا قیام حروف کے ساتھ ہے اور جیسے
موجودات جواہر و اعراض سے حاصل ہوتے ہین ایسے ہی کلمات حروف و
اعراب سے ظاہر ہوتے ہین پس کتاب عالم مین ہر عالم مثل ایک سورۂ خاص کے ہے

کہ جس کا اشتمال چند آیات پر ہے اور ہر آیت مختلف احوال و احکام پر مبنی ہے
پہلے آیت کتاب عالم سے عقل اول ہے جس کا مرتبہ بجائے بائے بسم اللہ ہے
اور دوسری آیت کتاب عالم سے نفس کل ہے جو حامل احکام تفصیلی ہے۔ اور
سب سے جو آخر آیت ہے وہ حقیقت انسانی ہے جہاں تخلیق و معرفت کے غرض
تمام ہے۔ تمام ملایک جو عالم ارواح سے ہیں خواہ وہ ملکوتی ہوں یا ناسوتی پانچ
اقسام پر ہیں۔ وہ جو مطلقاً اجسام سے تعلق نہ رکھتے ہوں کیا بلحاظ تاثیر و در کیا بلحاظ
تدبیر اور ہمیشہ نور ذات میں مستغرق ہوں ان کو ملا اعلیٰ و ہیمہ کہتے ہیں
اور یہ قسم اول ہے ان کی کثرت کی نہایت نہیں ہے اور دوسرے عقول مجردہ
ہیں کہ وہ اجسام سے تعلق رکھتے ہیں مگر صرف بہ تاثیر نہ بہ تدبیر ان کو ملایک جبروتی
یا ملایک مسبحہ کہتے ہیں۔ اور یہ حجاب بارگاہ الوہیت ہیں اور وسایط فیض ربوبیت
ان کے رئیس کو باعتبار اس کے کہ وہ حی بالذات ہے روح اعظم ہم یا روح القدس
کہتے ہیں۔ اور باعتبار اس کے کہ وہ متعقل بالذات تمام اشیاء کا ہے اس کو عقل
کہتے ہیں اور باعتبار اولیت کے عقل اول اور باعتبار کلیت کے عقل کلی۔ اور
باعتبار اس کے کہ خود بے واسطہ کسی مخلوق کے ظاہر اور مظہر غیر ہے نور کہتے ہیں
اور باعتبار اس کے کہ محیط جمیع اشیاء ہے ام الکتاب۔ اور باعتبار اس کے
کہ جمیع اشیاء اوس میں مفصلاً مثبت ہیں لوح محفوظ۔ اور باعتبار اس کے
کہ صفحات نقوش پر یہ نقاش ہے قلم اعلیٰ کہتے ہیں۔ تیسرے نفوس مجردہ ہیں جو
بغرض تدبیر و تصرف اجسام سے متعلق ہیں ان کو ملایک ملکوتی کہتے ہیں۔ کل
تدبیر اجسام نورانی و ظلمانی طبعی و عنصری بسیطہ و مرکبہ کی اسی سے متعلق ہے

اس کے رئیس کو باعتبار کلیت نفس کلی اور باعتبار ظہور تفصیل کتاب مبین اور باعتبار عدم تغییر و تبدل لوح محفوظ کہتے ہیں۔ اور یہ ملکوت اعلیٰ کے اقسام سے ہے۔ اور نیز حاملان عرش۔ و خازنان کرسی داروغہ ہائے بہشت و دوزخ ساکنان سدرۃ المنتہیٰ۔ مجاوران بیت المعمور۔ محرکان کواکب و سموات اسی قسم سے ہیں بخلاف اس کے جو ارواح کہ ملکوت اسفل سے ہیں جیسے نفوس جزئیہ عنصریہ بسیطہ و مرکبہ و ملائکہ ابر و باد و بحار و اوراق و اشجار و محافظ بنی آدم و کاتب اعمال و معدن و معادن تو اس کو ملکوت اسفل کہتے ہیں۔ چوتھے نفوس منطبعہ عالیہ ہیں کہ جس کی وساطت سے تبدیل اجسام ہوتی ہے اور انتقاش صور جزئیہ مادیہ متغیرہ کا بھی اسی سے ہے اس کو روح جاریہ بھی کہتے ہیں اور روح سیالی بھی اس کا نام ہے جو جو میں سیر و طیر کرتی ہے اور اس کی صورت مثل صورت انسان ہے۔ اور یہی وہ روح ہے جو مضغہ خون میں پھونکی جاتی ہے اور جب وہ پھونکی جاتی ہے تو وہ مضغہ کو مثل اپنی صورت کے کر دیتی ہے بلکہ صورت ہر فرد عالم کی مثل صورت روح منطبعہ کے ہے۔ روح قیم کے سبب سے انسان خواب میں زندہ رہتا ہے اور یہ نفوس مجردہ کے قوی ہیں اہل شریعت اس کو کتاب محو و اثبات کہتے ہیں اور اہل حکمت نفوس منطبعہ کہتے ہیں۔ رئیس ان جملہ نفوس کا نفس جسم کلی ہے اور نفوس جزئیہ فلکیہ عنصریہ بسیطہ و مرکبہ اسی سے متعلق ہیں اور نیز نفوس منطبعہ خلقیہ نفوس ناطقہ۔ پانچویں قسم خادم قوای نفوس ہے اس کو روح تسویہ کہتے ہیں جیسے زمین میں جب تخم بویا جاتا ہے تو اجزاء لطیفہ ہوا و پانی زمین کے ہر طرف سے اس کو احاطہ کرتے ہیں اور وہ تخم بسبب قوت انفعال

اپنے ان اجزائے لطیفہ کو اپنے طرف کھینچتا ہے اور پھر ایک صورت خاص با نظام معین کے ساتھ اپنے زیادتی جسم کے لئے تین اقطار میں تصرف کرتا ہے پس برگ و شاخ اوس سے ظاہر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ شاخ اوراق اور پھر پھول و پھل اس میں ظاہر ہوتی ہے اور پھر آخر مغز پیدا کرتا ہے اور مثلاشی ہوتا ہے یہی حال اوس قطرہ منی کا ہے جو رحم میں پڑتا ہے جس کو رحم با تدبیر و تصرف کے ساتھ قبول کر کے محفوظ رکھتا ہے ۔ جب قلب و کبد و دماغ اور دیگر اعضاء ظاہر ہوتے ہیں تو اوس وقت روح ہوائی منفوخ ہو کر ایک صورت دیگر پیدا کرتی ہے ۔ من بعد جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو اوس میں قوت نمو قوت غذا قوت حافظہ قوت دافعہ و ماسکہ و جاذبہ وغیرہ دیگر قوی پیدا ہوتے ہیں ۔ پس یہ تمام نفوس نسویہ ہیں اور یہ قسم روح اعظم ہے ۔ پس خلاصہ یہ کہ انسان کی روح کی حقیقت حقیقت روح اعظم ہے اور یہی روح فیض حق تعالیٰ سے بیک تمام عالم کو پہونچاتی ہے اس کی نسبت ایسی ہے جیسے ہماری سانس کو جمیع اعضاء کے ساتھ نسبت ہے حضرت شاہ ولایت کا فرمان ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے مقرب فرشتوں سے جس کے ستر ہزار وجہ ہیں اور ہر وجہ کے لئے ستر ہزار زبان ہیں اور ہر زبان کے لئے ستر ہزار لغت ہیں جس سے وہ تسبیح کرتا ہے اور حق تعالیٰ اوس ہر تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور ہر ایک فرشتہ اوس فرشتہ کے ساتھ قیامت تک سیر و طیر کرتا رہیگا پس حاصل یہ ہے کہ ہر ذرہ کو روح اعظم سے ایک ایسی پیوستگی ہے مگر چشم نامحرم سے مستتر ہے کہ جس کا ادراک بڑے عارف کا کام ہے ۔ یہی ہر شئے کی وجہ خاص

وجہ خاص اوس کی صورت روح ہے اور یہی صورت روح محوس جسد ہے
اور یہ صورت محوس جسد ایک امر ہے واسطے رب کے جو امر ذاتی ہے
اور ایسا امر جو خاص اوس نے اپنی ذات کے لئے واجب کر لیا ہے پس
روح باعتبار تنزیہ جسم و تمثل سے پاک ہے اور باعتبار تشبیہ **قل الروح
من امر ربی** کا مصداق ہے اور باعتبار کشف **و نفخت فیہ من روحی**
سے معبّر ہے **وایدنا بروح القدس** اس کے طرف اشارہ ہے **فاینما
تولوا فثم وجہ اللہ** سے روح اعظم مراد ہے پس تمام کائنات اسی سے
قایم ہے۔ اور جسطرح روح کی حکومت جسم پر ہے اسیطرح روح اعظم کی حکومت
جمیع کائنات پر ہے۔ اور جیسے وہ نہ داخل نہ خارج جسم ہے اسیطرح
اس کا بھی حال ہے اور جیسے جسم مظہر روح ہے اسیطرح تمام کائنات مظہر روح
اعظم ہے لیکن فرق اسیقدر ہے کہ گو قیام صورت و ہیئت اجتماعی جسم کا روح
سے ہے مگر قیام مادہ جسم کا جس کو اربعہ عناصر کہتے ہین بلکہ قیام جمیع اجسام عالم
کا اسی روح اعظم سے ہے۔ ہماری روح روح اعظم کا ایک پرتو ہے کیونکہ ہماری روح
کا بھی قیام اوسی سے ہے۔ جسقدر اعمال کہ واقعہ ہوتے ہین اون کے احکام و آثار
روح پر وارد ہوتے ہین نہ روح اعظم پر کیونکہ روح اعظم اس سے مبرّہ ہے
روح اعظم ایک نور ذات حق تعالی ہے اور واسطہ ہے حق اور خلق مین یعنے
حق تعالی روح روح اعظم ہے اور بمنزلہ اوس کے جسم کے واقعہ ہے اور روح
جسم روح اعظم ہے یعنے اجسام کی روح نفوس مجردہ ملکیہ ہین۔ اور نفوس کی روح
عقول ہین۔ اور عقول کی روح اعیان ثابتہ ہین اور اعیان کی روح اسماء الٰہیہ ہین

اور اسماء الٰہیہ کی روح ذات حق تعالیٰ ہے پس درحقیقت وجود مطلق ہی روح اعظم اور قیوم روح تمام عالم ہے لا الٰہ الا ہو الحی القیوم جو کچھ کہ عالم شہادت میں واقعہ ہوتا ہے کون و فساد سے تو اول فیض حق تعالیٰ سے اسماء الٰہی کو پہونچتا ہے جو رب واقعہ ہیں اور پھر ان سے اعیان ثابتہ کو جو مربوب واقعہ ہیں۔ اور پھر اعیان کی وساطت سے روح اعظم کو اور روح اعظم کی وساطت سے تمام ارواح عالم کو اور پھر بواسطہ عالم مثال عالم اجسام کو یہاں تک کہ ہر ذی روح کی سانس کو حرکت بھی اوسی تجلی ذاتی سے ہے اور اوس کی ذات الآن کما کان ہے۔ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ۔

دائرہ روح القدس

عقل کل

احدیت سلبی

روح الارواح

جسم کل

طبیعت کل

باب ۵

روح انسانی

ارواح اجسام سے پہلے پیدا ہوئے خلق الارواح من قبل الاجساد۔ اور انسان کی روح قالب انسانی کے تسویہ کے بعد اوس مین آئی فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی قالب انسان اربعہ عناصر سے ترکیب دیا گیا اور اربعہ عناصر ایک ہی امر سے وجود مین آئے یہان تک کہ خاک کو سب پر فضیلت دی گئی۔ اور یہی حامل تجلی کمالی ہوئی تخلیق اربعہ عناصر مذہب فلاسفہ کے روسے اسطرح ہوئی کہ جب خدا نے چاہا کہ عالم جسمانی کو پیدا کرے تو پہلے نفخ ارادۃ ہوا۔ اور اس سے ہوا پیدا ہوئی اور جب یہہ جاری ہوئی تو اس سے جلال و قہر بیت ظاہر ہوا اور اس جلال و قہر بیت سے آتش اور آتش سے گرمی اور گرمی سے پانی۔ اور

پانی جب غلیظ ہوا تو اوس سے کثافت اور کثافت سے برف اور برف جب بستہ ہوا تو اوس سے خاک ظاہر ہوئی - اور حدیث کا بھی یہی منشا ہے کہ خلق الرحمان جوہرا فنظرہ بنظر الہیبتہ فذاب نصفہ ہوا و نصفہ ماءً - محققین کو اہل فلاسفہ سے اس مادہ مین صرف اسیقدر اختلاف ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے ترتیب سے واقعہ ہونیکو مانتے ہین اور محققین ان سب کو ایک ہی امر سے وجود مین آنی کو تسلیم کرتے ہین - پس عالم عناصر کو عالم کون و فساد کہتے ہین کون سے مراد قبول صورت کے ہین اور فساد سے مراد زوال صورت کے مشاہدہ اس کا شاہد ہے کہ ہر عنصر ایک صورت کے بعد دوسری صورت اختیار کرتا ہے کوزہ آہنگرون مین ہوا آگ ہو جاتی ہے اور پتھر پانی بن جاتا ہے - علم کیمیا سے بھی پانی سنگ مرمر بنتا ہے اور پانی ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا پانی بن جاتی ہے - حرارت آفتاب کی وجہ سے بھی دریا سے لطیف بخار اوٹھتے ہین اور پہلے پہل بوجہ اجزائے ہوائے لطیف یہہ غیر ممیز ہوتے ہین لیکن پھر محسوس ہونے لگتے ہین اور جب یہہ طبقہ زمہریر تک پوہنچتے ہین تو یہان اون کا اجتماع ہوتا ہے اور اب یہان اگر برودت بڑھ گئی تو ابر ظاہر ہو گیا ورنہ تقاطر شروع ہو جاتا ہے پس وہی بخار جو ابر کہا جاتا تھا تقاطر بارش موسوم ہوا اور وہ حرارت شعاع آفتاب جو آب و خاک سے مرکب ہوئی تھی پھر اپنے مرکز کرہ نار تک پوہنچ جاتی ہے اور پھر دریا کا پانی جو ابر و باران ہوا تھا اوس حرارت کے سبب ساتھہ مل جاتا ہے - اور جب پھر ہوا اور پانی ملتا

گرمی اور خاک بمناسبت سردی ضم ہو جاتے ہین تو پھر اون کے کسر و انکسار
سے یک صورت ترکیبی پیدا ہوتی ہے اور یہ صورت بصورت نطفہ ظاہر
ہوتی ہے۔ حرارت و ہوا تو بلندی کے طرف میل کرتے ہین اور خاک و
آب پستی کے طرف مائل رہتے ہین اور نباتات ان دونون ہین بصورت
برزخ محفوظ رہتے ہین اور چونکہ غرض ایجاد عالم سے معرفت الٰہی ہے تو اب
ہر چیز کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ انسان تک ترقی کرے اور ترقی چونکہ
قدیم ہے اس لئے وہی نباتات ایک عرصہ تک غذا اے حیوانات
ہوتے ہین اور پھر حیوان انسان کی غذا بنتا ہے اور یہہ جزو بدن ہوکر
مرتبہ انسانی تک ترقی کرتا ہے اور پھر از دواج مرد و زن سے
بصورت نطفہ ظاہر ہوتا ہے اور رحم اس کو قبول کرتا ہے اور ہیجان
اوس کی صورت مثل بیضہ کے ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے حالت
جو اس کو لاحق ہوتی ہے وہ قوت مصورہ کا ہے جو منی کو مثل کف
کے کر دیتا ہے اور ہیجان اوس کی تحریک کی وجہ سے تین نقطہ پیدا
ہوتے ہین ایک وسط مین جو محل دل ہے۔ دوسرے جانب یمین جو
محل جگر ہے تیسرے اون کے اوپر جو محل دماغ ہے۔ اس کے
بعد محل ناف معین ہوتا ہے اور ایک باریک سا پردہ وہ اوس پر چڑھ جاتا
ہے جو صورت جمعیہ انسانے کا تفرقے سے حافظ رہتا ہے۔ پس سب سے
پہلے جو عضو انسان کہ فیکن ہوا وہ انسان کا دل ہے اور بعض دماغ
و چشم کو بھی مراد لیتے ہین۔ پس یہہ نطفہ کی پہلی حالت ہے جس کو نہایت

سکتے ہین - اب دوسری صورت یہہ ہوتی ہے کہ وہی نقطہ جو پہلے قایم ہوتے تھے منتحیل ہو کر نقاط دموبیہ بن جلاتے ہین اور تیسری حالت یہ ہوتی ہے کہ وہی نقاط علقہ بن جاتے ہین یعنے نقطہ خون بستہ اور چوتھی حالت یہہ ہوتی ہے کہ علقہ مضغہ بن جاتا ہے اور اس حالت مین اعضاء رئیسہ مثل دل و جگر و دماغ ظاہر ہو جاتے ہین - اور پانچوین حالت یہہ ہوتی ہے کہ اس مرتبہ مین استخوان پیدا ہوتے ہین اور ہر ایک اعضاء ایک دوسری سے تمیز ہوتا ہے اور سر و تذ سینے اور ہاتھ پہلو پیٹ سے متصل ہو جاتے ہین اور منافذ و مجاری حرارت غریزی ظہور مین آکر قوا ئے جاذبہ و نامیہ بفعل ہو کر قابل استعداد روح حیوانی ہو جاتے ہین - پہلی حالت کی مدت (۶) روز ہے جس مین قوت مصورہ نطفہ مین بغیر استعداد رحم کے تصرف کرتی ہے - اور حالت دوم کی مدت (۳) روز ہے اور حالت سوم کی مدت (۶) روز ہے حالت چہارم کی مدت ۱۲ روز ہے اور حالت پنجم کی مدت (۹) روز ہے چنانچہ کل (۴۰) روز مین یہہ تمام اعضاء ظہور مین آتے ہین اور کم از کم مدت اعضاء ظہور و اعضاء جنین (۳۰) یوم اور اوسط (۳۵) اور اکثر (۴۰ - ۴۵) یوم ہے ان ایام مین حالت ذکور مونث کے اسرع ہوتی ہے اور اس کے ایام نطفہ کم ہین کیونکہ حرارت ذکور مین بہ نسبت اناث کے کم ہے - امام فخرالدین رازی کا قول ہے کہ یہہ معنے مخالف حدیث ہین جس کو

عبد اللہ بن مسعود سے منقول روایت کیا ہے ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن
امہ اربعین یوما یکون علقۃ مثل ذالک ثم یکون مضغۃ
مثل ذالک ثم یرسل الملک فینفخ فیہ و یومر باربعہ کلمات فیکتب
رزقہ و اجلہ و شقی و سعید ہی - لیکن اس کا یہ جواب ہے کہ گو (۴۰)
روز میں اعضا جنین ظاہر ہوتے ہیں مگر کمال روح کا اوس وقت ہوتا ہے
جبکہ اوس پر اور تین چالیس گذر جاتے ہیں اور پھر بعد اس کے اوس میں
استعداد پیدا ہوتی ہے اور اوس وقت اس میں روح حیوانی جو بخار
لطیف و قابل حس و حرکت ہے اوس پر فائض ہوتی ہے اور بواسطہ
اعتدال روح حیوانی نور روح انسانی جو پرتو روح اعظم ہے اوس پر
متجلی ہوتا ہے اور حضرت علیم سے اوس پر شعاع علم پڑتی ہے تب
صورت انسانی تمام ہو کر فتبارک اللہ احسن الخالقین کا مصداق
ہو جاتی ہے - پس پہلے چار حالات اطوار جمادی ہیں اور پانچویں حالت
روح اضافی سے تمام اعضا متمیز ہوتے ہیں اور صورت انسانی تکمیل پاتی
ہے اور قبول فیض کی استعداد اوس میں پیدا ہوتی ہے اور پھر روح
حیوانی بحکم اول ما تعین بالذات قابل ظہور علم و حیات ہوتی ہے
کیونکہ اس حالت میں روح اضافی جس کو روح حیوانی بھی کہتے ہیں روح
انسانی سے منور ہو کر سب سے پہلے اوس سے صفت علم ظاہر ہوتی ہے -
اور یہ ظاہر ہے کہ نطفہ کا وہ ضعف جو جنین میں اعضا کی صورت لینے تک باقی
رہتا ہے جب وہ زائل ہو جاوے تو سب سے پہلے رحم میں حرکت پیدا ہوگی اور

حرکت اور قوت ہوتی ہے جبکہ روح حیوانی کا اوس پر افاضہ ہوتا ہے
اور بعد حرکت رحم ایک مدت مقررہ کا (جو نو مہینہ ہے) بتجلی اسم مربیہ صاحب ارادہ
ہوتا ہے اور تنگ و تاریک حجرہ رحم سے بمصداق و یخرجہم
من الظلمات الی النور دنیا کے طرف رخ کرتا ہے اور پیدا
و ظاہر ہوتا ہے تو اب اس کے بعد جو زمان کی زمانہ اوس پر گذرتے
ہیں سب سے پہلے طفولیت کا زمانہ ہے جس میں اوس کے حواس ظاہری و
باطنی محض امور جزئیات کا ادراک کرتے ہیں اور اس کے بعد بوجہ قوت
عقلی وہ امور کلیات کا ادراک کرتا ہے اور جزئیات معلومہ سے علم کلیات
مجہولہ حاصل کرتا ہے اور اس ترتیب سے حقائق اشیاء پر واقف ہوتا ہے
کیونکہ قوت محرکہ قوائے مدرکہ کے بعد وجود پذیر ہوتے ہیں اس لیے
کہ تحریک موقوف ہے ارادہ پر اور ارادہ موقوف ہے ادراک پر
اور اس کے تحت میں قوت عقلی و قوت باطنہ ہے پس ایام طفولیت
میں انسان کو کوئی تمیز نہیں ہوتی اور جب تمیز کا زمانہ آتا ہے اور اس میں
جب زیادہ واقفیت حاصل ہوتی ہے تو بوڑھا ہو جاتا ہے اور آخر
عمر تک علم و رائے و تدبیر و عقل سیکھتا ہے اور ہر قسم کے صفات
کمالی اوس سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے بعد جب اوس کی موت آتی
ہے تو اوس کی عمر عنصری بحکم کما بدأکم تعودون آخر ہو جاتی
ہے اور پھر اس کے بعد ہر چیز اپنے اپنے مرکز پر چلی جاتی ہے آگ
آگ کے طرف پانی پانی کے طرف اور خاک کا ڈھیر خاک میں ملجاتا ہے

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام۔
پس معلوم وغور کرو کہ تمام اجزا ر عالم مثل اوس نباتات کے ہین
جو ایک ہی قطرہ دریائے حیات سے پیدا ہین اور جیسے نباتات
قطرات بار ان سے حاصل ہوئے تھے ویسے ہی یہہ تمام عالم ایک ہی
قطرہ دریائے حقیقت سے ہے۔ شبی تاریک وبیم موج گرد ابے
چنین حائل کجا دانند حال ما سبکبار ان ساحل ہا۔ پس تمام موجودات
ایک ہی تجلی شہودی ہین بصورت وجود عینی ظاہر ہوئے ہین۔ اور تمام
امور بخار سے لیکر انسان تک ایک ہی قطرہ پانی سے ہین جو مختلف
لباس اور مختلف صور لیکر گوناگون تجلیات سے متجلی ہین اور
وحدت ایک ایسے دریائے ناپیدا کنار ہی کہ جس سے ایسے ہی ہزارہا
موج اوٹھتے اور مٹتے گئے ہین مگر باوجود اس کے اوس کے وحدت
ذاتی مین کوی نقصان نہین ہوسکتا۔ پس انسان کی پیدایش مٹی
و آب سے کی گئی ہے اور اس مین حکمت یہ تھی کہ مہر امانت
کبھی پانی پر نہین ہوسکتی خاک سے مراد عالم اجسام ہے اور آب سے
مراد عالم ارواح اور انسان ان سب کا مجموعہ ہے ولقد کرمنا
بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر۔ اب امانت مین اختلاف
ہے بعض اس سے امر ونہی مراد لیتے ہین اور بعض اس سے محبت مراد
لیتے ہین اور بعض اس سے توحید لیکن حقیقت مین امانت کی نسبت
اوس روح اعظم کے طرف ہے کہ جس کی تفصیل روح انسانی مین ہوئی ہے

پس انسان روح جسد کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جس کی ہیئت اجتماعی حقیقت
تفصیل روح اعظم ہے اور یہہ مرتبہ دوم وجود ہے اور اسی لئے
انسان حرف (ب) سے مشابہ ہے اور ذات احدیت حرف
(ا) سے جیسطرح الف بے سے ظاہر ہوا ہے اسیطرح (ب) دیگر
حروف میں ساری وطاری ہے۔ ذات احدیت جب بصورت
حقیقت انسانی تجلی کی تو تمام اسماء صفات کے ساتھہ متصف اور اپنے
علم تفصیلی کے ساتھہ اپنے کو مشاہد کی۔ اور نسبت کمالات علمی کے
لئے مرتبہ علم میں بصورت انتشار تمام مراتب ممکنات میں ظاہر ہوئی تا کہ
منتہی ہوکر مرتبہ انسان تک جو تمام مراتب کا جامع ہے پہونچی اسی لئے
یہہ کہا گیا ہے کہ تو تمام عالم کو اپنے میں دیکھہ کہ یہہ تمام صورت حقیقت
تری ہے اور تو کہ بحسب حقیقت تمام عالم میں ظہور کیا ہوا ہے تمام عالم تیرے
اجزا سے ہیں اور تو تمام کی علت غائی ہے جو ذہنا مقدم اگرچہ خارج میں
موخر ہے نحن الاخرون السابقون۔ عالم بطفیل ماست موجود
مائیم ز کائنات مقصود۔ ہم مبدا و اولیم و آخر۔ ہم غایت باطنیم ظاہر
الحاصل جیسطرح کہ حقیقت انسان ظہور و تفصیل حقیقت محمدی ہے
اسیطرح روح انسان ظہور و تفصیل روح محمدی و روح اعظم ہے
روح انسانی نبوہ انیت خود مفصل اور عکس الوہیت ہے اور قلب
جو ظہور روح و قالب ہے باعتبار تفصیل ظہورات عکس روح
انسانی اور آئینہ الوہیت ہے روح انسانی اس اعتبار سے کہ وہ تمام کے

ظہور کا منشا ہے کہ عکس نفس کل اور آئینہ واحدیت اور اس اعتبار سے کہ تجرد ماسوی اللہ سے رکھی عکس عقل اول اور آئینہ احدیت اور باعتبار اعتدال عکس روح اعظم و روح محمدی اور آئینہ وحدت ہے۔ اور بلا کسی اعتبار کے نور صرف ہے کیونکہ تمام اعتبارات اسی سے منور ہو کر بمناسبت روح ظاہر ہوئے ہیں یہانتک کہ آنکھ میں بینائی کان میں شنوائی ناک میں بو زبان پہ گفتگو ہر اعضا پہ محیط ہر ہر ذرات جسم پہ ساری ہر ہر حرکات و سکنات سے پیدا بجز روح کوئی چیز موجود نہیں ہے کیا ظاہر اور کیا باطن اور کیا مظہر روح انسانی کو اگر فاعلیت کا علم لاحق ہو تو ملکوت اعلیٰ ہے اور اگر علم فاعلیت کے ساتھ علم مفعولیت بھی ہو تو ملکوت اسفل ہے۔ ملکوت اعلیٰ بمنزلہ احدیت سلبی اور ملکوت اسفل بمنزلہ واحدیت ثبوتی اور روح انسانی جو ظہور الوہیت مطلقہ و تفصیل روح اعظم ہے بمنزلہ برزخ واقعہ ہے پس جب قالب انسانی کا تسویہ کیا گیا تو خدا نے روح اعظم کو قالب انسانی میں رکھا اور اسطرح آدم تیار ہوا۔ اب نصف نفس آدم علیہ السلام کو جدا کر کے زمین بہشت میں دفن کیا جو تخم گندم ہو کر بصورت شجر گندم ظاہر ہوا۔ اور بقیہ نصف جو باقی تھا اوس سے آدم نے انسیت طلب کی پس حکیم علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ سے حوا کو پہلو سے چپ آدم سے پیدا کیا اور اسمیں مصلحت یہہ تھی کہ ان دونو کا حب اصلی ظاہر ہو۔ اور پھر نقیض احکام امر و نہی صادر کیا تاکہ خواہش نفسانی کی طلب نکر نے سکین جب آدم نے اس کو نہ مانا اور شجر گندم سے مقاربت کی توفیق کو نتنا من الظلمین کا

مصداق بنا لہیں روح جب انسان کے بدن میں آئی تو وہ تمام قالب میں پہیل گئی قالب جوا ربعہ عناصر سے مرکب تھا بعت روح سے ہر عنصر نے جدے جدے صفات حاصل کی۔

۱۔ خاک بصفت گوشت پوست استخوان۔ دل گردہ۔ جگر۔ رگ وپے۔ رودہ طحال آنت وغیرہ جو مثل اس کے ہوں ہو گئی۔

۲۔ باد بصفت سانس چھیک بدن کا پہرکنا اور کانپا ورم ہو جانا اور مثل اس کے ظاہر ہوا۔

۳۔ آب بصفت لعاب۔ منی۔ مذی۔ خون اور مثل اس کے ظاہر ہوا۔

۴۔ آگ بصفت اشتہا۔ بہوک پیاس۔ سرکشی وغیرہ سے متصف ظاہر ہوئی۔

غرضکہ روح جب تک کہ قالب میں نہ تہی تو اربعہ عناصر مرتبہ خاک میں مردہ تہے جب روح پڑی تو اس نے ہر ایک کو حیات بخشا ان میں جو جو بالقوہ صفات تہے وہ بفعل ظاہر ہوئے بہوک و پیاس بہ سبب آتش پیدا ہوئی اور لذت بہ سبب پانی اور آواز بہ سبب ہوا اور لمس بہ سبب باد ہیں روح قالب میں آنے سے یہ صفات عنصری اوس کو لاحق ہوئے اور روح بہ سبب ان صفات کے کمالیت عرفان کو پہونچی اور قادر و فاعل ومختار ہوئی اور ہر امر پر جس کو خدا نے اوس پر بہیجا اوس کی تعمیل کی۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اے لیعرفون سے اوس کو

ممتاز کیا اور تمام کو اپنے راست پر بلا یا اور بوساطت سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ و اعبدوا ربکم وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے عام و خاص پر اس کی ترکیب کھل گئی ہیں جس نے اس کی معرفت حاصل کی جو غایت تخلیق ہے تو وہ آزاد ہوا اور انا عبد وحدہ کا مصداق بنا اور جس نے نفس کے پیروی کی وہ ڈوب گیا۔ وغارت ہوا۔

دایرہ روح انسانی



باب ۶



روح مقیدہ



روح انسانی کی تفصیل روح مقیدہ میں ہوتی ہے اور روح جب قالب انسانی میں آئے تو صحبت جسم کثیف سے اسکے صفات اسفل حاصل کئے اور توجہ اس کی ماسوی اللہ کے طرف ہوگی اور صحبت عناصر کثیف سے اسکا رخ مقام علوی سے بجانب اسفل ہوگیا اور اس لئے یہہ قید تقید کے جانب متوجہ ہوئی پس بوجہ اس تقید کے اس کا نام روح مقیدہ ہوا ۔ اور اگر یہی روح مقیدہ صفات وخاصیات عنصری اور عادات جسم کثیف سے مجرد ہوکر مصفا مجلی مزکی ہو اور احکام وآثار اجسام سے تجرد پیدا کرے تو یہی روح روح علوی سے موسوم ہوگی ورنہ روح سفلی ونفس اسکا نام ہوگا بسلطنت وغایت آلہی

بھی ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ بسطح اوس کا نزول ہوتا گیا ہے او بسطح انسان اوس میں عروج کرے ورنہ تخلیق کی غرض محض مفقود ہو گی پس روح متبیدہ اپنے مرتبہ نبوتی میں بمناسبت اعتبارات وحدت وصفات الوہیت وروح الروح وروح انسانی چار علیحدہ صفات حاصل کئے۔

(۱) روح دمیدہ جب ناف آدم سے گردن پر پہونچے تو یہاں روح جمادی اس کا نام ہوا اور اس کے دو قوتیں ہوئے ایک ثقالت دوسرے خفت۔

(۲) روح دمیدہ جب گلو پر پہونچے تو یہاں روح نباتی اس کا نام ہوا اور اس کے یہہ قوتیں پہونچے جاذبہ۔ ماسکہ۔ ہاضمہ۔ ممیزہ۔ مصورہ۔ دافعہ۔ مولدہ

(۳) روح دمیدہ جب دماغ پر پہونچے تو یہاں روح نفسانی اس کا نام ہوا اور اس سے دس قوائے حسیہ پیدا ہوئے پانچ حواس ظاہری اور پانچ حواس باطنی۔

(۴) روح دمیدہ جب دل صنوبری تک پونچے تو یہاں اس کا نام روح حیوانی ہوا اور اس سے خرد یہہ مثل حرکت وسکون۔ نوم یقظہ وغیرہ پیدا ہوئے۔

اب ہر ایک کا وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ روح دمیدہ جب گردن پہ پہونچے

تو یہاں اوس نے تمام اجزا کو نچھ کیا اور اس سے اس کا نام۔ روح جمادی ہوا بوجہ ثقالت اپنے مرکز پر واقعہ ہے اور بوجہ خفت قوت احاطگی رکہتی ہے یعنے طول وعرض وعمق اور جب اس طول وعرض وعمق کو اس نے قوت بخشا تو اس لئے یہاں اس کا نام روح نباتی ہوا اور اس سے کئی قوتیں ظاہر ہوئیں ایک جاذبہ جس کا کام غذا کو ظاہر و باطن سے جذب کرنیکا ہے۔ دوسرے ماسکہ جو غذا کو بعد جذب اپنے میں رکہتا ہے۔ تیسرے ہاضمہ جو غذا کو پختہ کرتا ہے۔ چوتھے ممیزہ جو بعد پختگی غذا کے کثیف کو لطیف سے جدا کرتا ہے۔ پانچویں مصورہ جو غذا کو ہمرنگ جسم کرتا ہے۔ چھٹے دافعہ جو غذا کے کثیف کو جسم سے باہر کرتا ہے جیسے درخت سے گوند باہر ہوتا ہے۔ ساتویں مولدہ کہ جو کچھ جسم میں لطیف شئے ہو اوس کو اپنی قوت سے جمع کرتا ہے۔ اور پھر مثل اوس کے باہر آتا ہے جیسے تخم۔ اوسیطرح روح دمیدہ جب دل صنوبری تک پہونچے تو یہاں اوس نے حرکت پیدا کی اور اس لئے اس کا نام یہاں روح حیوانی ہوا۔ اور اس کے دو صفت ہوئے ایک شہوت دوسرے غضب اور اس کی مثال مثل دخان کے ہے کہ جب وہ دماغ پر پہونچا تو یہاں اوس نے قوت حسی بخشا اور اسی لئے یہاں اس کا نام روح نفسانی ہوا اور اس سے پانچ حواس ظاہری و باطنی ظاہر ہوئے حواس ظاہری جیسے سامعہ۔ باصرہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ شامہ۔ حواس باطنی جیسے حس مشترک۔ خیال وہم۔ حافظہ

متصرفہ۔ حواس ظاہری کی تعریف ہر شخص جانتا ہے۔ حواس باطنی کسقدر تفصیل و تصریح کی محتاج ہیں۔ حواس باطنی ہیں سب سے پہلے حس مشترک ہے۔ اور اس کو حس مشترک اس لیے کہتے ہیں کہ دو چیز سے یہہ ایک ہی استفادہ کرتا ہے جیسے دو آنکھ سے ایک ہی چیز نظر آتی ہے اور دو کان سے ایک ہی چیز سنی جاتی ہے۔ جب اس میں خلل ہوتا ہے تو ایک دو دکھائی دیتے ہیں جیسے چشم احول کو معلوم ہوتا ہے۔ پس حس مشترک خیال متصل و خیال منفصل سے ملا ہوا ہے۔ خیال متصل حس مشترک کا مرتبہ واحدیت ثبوتی ہے جہاں ذایقہ شامہ لامسہ سامعہ باصرہ متحقق ہوتے ہیں۔ خیال منفصل حس مشترک کا مرتبہ احدیت سلبی ہے۔ اور چونکہ عمل خیال پر موقوف ہے اس لیے خیال حس مشترک کے چار اعتبار وں سے ایک اعتبار ہے اور یہہ جسد و روح دونوں پر شامل ہے اگر خیال متوجہ بجسد ہو تو خیال متصل ہے یعنے متصل بجسد اور منفصل بروح اور اگر متوجہ بروح ہو تو خیال منفصل ہے یعنے منفصل بجسد متصل بروح تیسرے حواس باطنی سے وہم ہے اور یہ وہ روحی قوت ہے کہ جہاں انسان دیکھے ہوئے اور نہ دیکھے ہوئے اشیاء کو نگر خلاف واقع تصور کرتا ہے چوتھی حواس باطنی سے حافظہ ہے اور یہ وہ قوت ہے کہ جو چیز حواس ظاہری سے حاصل ہو اوس کو یہہ محفوظ رکھتا ہے۔ اور پانچویں حواس باطنی سے متصرفہ ہے اور یہ وہ قوت ہے کہ جو چیز حافظہ میں خیال یا وہم کے ذریعہ سے

آتی ہوا اوس کو نصرف مین لاوے مگر ترتیب و تفصیل کے ساتھ اور یہی قوت اگر قوت عقلی کے ماتحت ہو تو قوت ذاکرہ ہے و متفکرہ و مدبرہ و وہم کے تحت ہو تو قوت متخیلہ ہے پس ذاکرہ متفکرہ متخیلہ اسطرح ظاہر ہوئے - اب قوت متصرفہ اوسط دماغ مین ہے اور حس مشترک وخیال اول دماغ مین اور حافظہ و واہمہ آخر دماغ مین پس انہین تمام قوتون کے بدولت روح جو ملکوت اعلیٰ سے ہے ظاہر ہے اور ان تمام قوتون کو روح علوی نے جو بہ تو نور ذات ہے قالب انسان مین مختلف مقامات پر سیر کرنے سے پیدا کی اور ہر ایک جگہہ اپنا علیحدہ علیحدہ نام لیا - کہین جمادی ہوے کہین جمادی ہوے کہین نفسانی ہوے یہانتک کہ انسان کو ان سب نے گہیر لیا اور انسان ان سب سے مسخر ہے - لیکن صرف ایک قوت واہمہ ہے جو انسان کے تسخیر سے باہر ہے ابلیس ایسی قوت واہمہ کے وجہ سے آدم کو سجدہ نکیا کیونکہ غلبہ وہم سے اوس نے آدم مین بجز خاک کے کچھہ نہ دیکھا -

دائرہ روح مقیدہ

احدیت سلبی

روح علوی

روح مقید

روح انسانی

روح حیوانی

روح نباتی

روح جمادی

واحدیت

روح سفلی

باب



حقیقت قلب

روح اعظم کی تفصیل روح انسانی ہے اور روح انسانی کی تفصیل روح منقیدہ ہے۔ اور روح منقیدہ کی تفصیل قلب واقعہ ہے۔ جو روح کہ پہونکی گئی اوس نے سب سے پہلے قالب انسانی مین بمناسبت قالب نقطہ علم پر دایرہ لئے اور یہان اوس کا نام قلب ہوا۔ قلب کو قلب اس لئے کہتے ہین کہ یہ منقلب ہے کبھی اس کی توجہ عالم ارواح کے طرف ہوتی ہے اور کبھی عالم اجسام کے طرف اگر اسی انقلابیت کی وجہ سے علم کلیات وجزئیات یعنے علم عالم غیب وشہادت دونوں کا ادراک کرے تو اس کو دل کہتے ہین۔ اور اگر صرف علم کلیات کا مدرک ہو تو اس کو روح کہتے ہین۔ اور اگر صرف

جزئیات کا مدرک ہو تو اس کو نفس کہتے ہیں - بہر حال قلب برزخ واقع ہے اور روح اس کا باطن اور نفس اسکا ظاہر ہے - اور یہہ تینوں نور ہیں باعتبار صفات اس کے علیحدہ نام ہوئے ہیں - یعنی قلب آئینہ حقیقت انسانی اور عرش الٰہی سے موسوم ہے - قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ اور یہی قلب بمصداق بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ - لوح محفوظ ہے اور یہی قلب مشرق سے مغرب تک محیط ہے حدیث قلب المومن محیط بجمیع المخلوقات جو اس معرفت کے اسباب ہیں وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلا ما تشکرون کے اور قلب ہی منزل تجلیات ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ پس اسی قلب کے مناسبت سے روح کا بھی ظہور ہے اور اوس کی کمالیت قالب انسان میں ہے -

روح لطیف و عالم امر سے ہے اور قالب کثیف اور عالم خلق سے یعنے اجسام سے ہے ان ہر دو میں کسیطرح مناسبت نہیں ہے کیونکہ جیسے نور و ظلمت جمع نہیں ہو سکتے ویسے ہی ان کا حال ہے لیکن یہہ اوس حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ ہے کہ اوس نے آگ و پانی نور و ظلمت اسطرح متضاد و متخالف اشیاء کو اکٹھے جمع کیا ہے پس تصرف روح کے لئے اوس نے قالب انسانی میں قلب کو پیدا کیا روح بواسطہ قلب قالب میں تصرف کرتی ہے اور قالب بواسطہ قلب روح کے اطاعت کرتا ہے - جیسے الوہیت اسماء الٰہی و کمالی کی جامع تھی اسیطرح

قالب روح واجسام دونون کا جامع ہے اور انسان اسی جامعیت قلب کی وجہ سے ظہور اسم اللہ اور مستحق خلافت ہے کیونکہ انسان جمیع موجودات کا جامع اور تمام موجودات باعتبار قابلیت انسان مین ثابت وموجود ہین موجودات جسمانی کے خلاصہ سے قالب انسانی بنا اور موجودات روحانی کے خلاصہ سے جان انسانی ظاہر ہوئی اور ان ہر دو کی جامعیت سے ایک یافت پیدا ہوئی کہ انانیت انسان اسی یافت سے مراد ہے اور یہ یافت نہ قبل از بدن روح مین تھی اور نہ قبل از روح بدن مین تھی اسی کو انیت انسان کہتے ہین جو نہ روح سے متعلق ہے نہ بدن سے اور یہ قابل ثبوت وسلب ہے اگر یہ تمام مراتب انسان مین اعتدال سے ہون تو انسان آئینہ رفیع الدرجات ہے اور اگر خود مین رفیع الدرجات کو پاوے اور نزول وعروج کو تمام کرے تو انسان کامل ومکمل ہے اور یہ اوس کا فرض ہے کہ وہ ایسا کرے تاکہ اپنے نقطہ اصل سے ملکر قاب قوسین بلکہ اوادنی ہو جسطرح اللہ تعالی قبل از تفصیل تمام کا جامع تھا اسیطرح بعد تفصیل انسان تمام کا جامع ہے اور نقطہ مقابل واقعہ ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس درجہ کو پہونچا کہ ماوسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبد المومن پس قلب استوائے ذات ہے اللہ تعالی تمہارے صورتون کو تمہارے اعمال کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے نیتون کو اور تمہارے قلب کو دیکھتا ہے

زمین قلب ہے اور اس کا ثمرہ روح اور اس کا شجر تجلی الوہیت ہے
حدیث میں آیا ہے کہ حبیب داود علیہ السلام نے اپنے رب سے
التجا کی کہ الٰہی ہر بادشاہ کے لئے خزانہ ہیں اور تیرے خزانہ کہاں ہیں
تو خدا فرماتا ہے کہ اے داود میرا خزانہ عرش اعظم سے ہے اور اوس کی
وسعت کرسی اور اوس کی طیب جنت اور اوس کی زینت ملکوت
اور اوس کی زمین معرفت اور آسمان ایمان اور اس کا آفتاب شوق
اور اوس کا چاند محبت اوس کے ستارے خطرات اور اوس کا
ابر عقل اور اس کی بارش رحمت اوس کا درخت طاعت اوس کا
ثمر خدعت اور اوس کی دیوار یقین اور اوس کا مکان ہمت اور
اس کے چار ارکان ہیں۔ توکل ۔ تفکر۔ انس ۔ ذکر ۔ اور اوس کے
چار دروازہ ہیں ۔ حلم ۔ علم ۔ صبر ۔ رضا ۔ آگاہ ہو کہ وہ نہیں
ہے مگر قلب یہی قلب روح و قالب سے پیدا ہوا ہے بلحاظ
ہر حیثیت اگر قالب کے صفات حاصل کرے تو افعال ذمیمہ
اوس سے صادر ہوں گے اور اگر روح کے صفات حاصل کرے
تو افعال حمیدہ اوس سے صادر ہوں گے اسی جامعیت کے لحاظ
سے یہہ آئینہ ذات وظہور انیت ہے ۔ ان فی الجسد آدم
لمضغۃ اذا اصلحت صلح الجسد کلہ واذا افسدت
فسد الجسد کلہ الا وھی القلب ۔ پس قلب بالذات
نظرگاہ حق ہے اگر تعلق ماسوی اللہ سے اٹھاوے اور قالب قلب کے

احکام و آثار لیے تو یہہ بھی نظرگاہ حق ہوگا ورنہ سنگ سخت سے
بھی زیادہ و بدتر ہے کیونکہ تمام برائین قلب میں حواس ظاہری
قالب ہی سے پیدا ہوتے ہیں اگر حواس ظاہری قالب کو ماسوی
اللہ سے روکیں تو حواس قلب بکشادہ ہوں گے اور چشم دل سے
مشاہدہ حق حاصل ہوگا اور گوش دل سے کلام غیب سنا جاوے گا
اور مشام دل سے نسیم غیب سونگھی جاوے گی اور ذوق دل سے
ذائقہ محبت حاصل ہوگا اور لمس دل سے تفنن ساوہ پیدا ہوگا اب قلب کے
کئی اقسام ہیں ایک قلب سلیم ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون
الا من اتی اللہ بقلب سلیم دوسرے قلب منیب ہے
وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام اور تیسرے قلب
شہید ہے ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او
القی السمع وھو شہید

اب قلب کے ساتھہ پہلو ہیں اور ہر ایک پہلو کا ایک ظاہر اور ایک
باطن ہے اور ہر ایک پہلو علیحدہ طور پر بمصداق۔ قد خلقکم
اطوارا۔ ظاہر ہوا ہے۔ ایک صدر ہے اور یہہ پوست دل ہے
جسکا ظاہر۔ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ
والناس۔ اور جس کا باطن۔ افمن شرح اللہ صدرہ
للاسلام۔ اور یہہ صدر معدن گوہر اسلامت ہے دوسرے شغاف
قلب ہے اور یہہ معدن ایمان ہے اس کا ظاہر۔ ولکن تعمی القلوب

التی فی الصدور، اور اس کا باطن اور نور ہے کتب فی قلوبہم
الایمان ہے۔ تیسرے لطیفہ ... اور یہ مصدر محبت و عشق ہے
اسکا ظاہر محبت بہشت ہے اور اس کا باطن ... ہے ... چوتھا فواد ہے
جو محل مشاہدہ ذات و صفات جامع جمال و جلال ہے۔ جہاں معرفت الٰہی
بے کوشش و بے فکر حاصل ہوتی ہے اور ظاہر فواد میں ... تجلیات
حق کے کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اس تجلی کی حالت ... ہے۔ پانچواں
متعلق بعالم سر ہے جہاں مرتبانی میں تجلی معلوم ہوتا ہے اور دیگر
تجلیات مستور ہوتے ہیں ... کچھ نہیں معلوم ہوتا اسی سر کے
جہاں منصور حلاج نے انا الحق فرمایا ہے چھٹے معرفت اسرار الٰہی ہے
جس کا ظاہر تخلقو باخلاق اللہ اور جس کا باطن بی یسمع و بی یبصر
و بی ینطق ہے ساتویں فقر ہے جو حال تجلی ذات ہے اذا تم الفقر
فہو اللہ سے یہی مرتبہ مراد ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ان فی
جسد الانسان قلب وفی القلب فواد وفی الفواد ضمیر
وفی الضمیر سر ... انا ... طور اول کا تعلق عالم اجسام سے ہے
اور طور دوم کا تعلق عالم نفسانی سے ہے اور طور سوم کا تعلق عالم قلب
سے ہے اور طور چہارم کا تعلق عالم ... سے ہے۔ اور پنجم کا تعلق عالم روحانی سے
ہے اور طور ششم کا تعلق عالم نور سے ہے اور ہفتم کا تعلق عالم ذات
ہے۔ اور عالم ذات صفات کو کہتے ہیں اور یہی حقیقت انسانی ہے
پس جس طرح کہ قلب کے سات طور ہیں اسی طرح وہ ہر مرتبہ میں بطور علیحدہ فیض

حاصل کرتا ہے کبھی بواسطہ عالم مثال اعیان ممکنات سے جو علم الٰہی میں
منقش ہیں مناسبت اعیان کو اخذ استحقاق اجسام فیض لیتا ہے - اور
کبھی اس کی توجہ عالم شہادت کے طرف ہوتی ہے اس وقت بمناسبت
قابلیت قالب باعتبار تعین یہہ فیض پہنچاتا ہے اور کبھی اس کی توجہ
عالم ارواح کے طرف ہوتی ہے اور اس وقت یہہ بواسطہ روح بمناسبت
اپنے اسمائے الٰہی کے فیض لیتا ہے - اور کبھی اس کی توجہ الوہیت کے
طرف ہوتی ہے اور اس وقت یہہ بواسطہ الوہیت فیض لیتا ہے - اور
کبھی اس کی توجہ وحدت ذات کے طرف ہوتی ہے جو ظاہر و باطن ہر مرتبہ
میں مساوی ہے اور یہہ اس سے فیض لیتا ہے - پس قلب ایک نورانی
جوہر ہے جو مجرد عن المادہ ہے اور انسان کی انسانیت اس قلب کے
بدولت ہے اور اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں ان فی جسد ابن آدم
لمضغۃ و فی المضغۃ قلب و فی القلب روح و فی الروح نور
و فی النور سر و فی السر انا - یہی قلب جسم میں ایک جزو لطیف ہے
قلب کے علاوہ اور اقسام کے ایک قلب مضغہ بھی ہے اور اس کے
کئی پردے ہیں اور ہر پردہ میں ایک ایک بھید پوشیدہ ہے اور
ہر ایک کے جدا صفت اور نرالی تاثیر ہے سالک اس کو جان کر راہ
سلوک طے کرے اول پردہ سیاہ ہے اور اس کے عقب میں قلم
قدرت سے (لا) تحریر ہے اس سے شہوات و لذات فانیہ
پیدا ہوتے ہیں سالک اس پر عمل نہ کرے اور کریگا تو یہہ تمام پردہ

سے پاک ہوگا اور جب ایسا ہو تو مومن اور کافر پر کوئی فرق نہ ہوگا اس کا
منزل ناسوت ہے دوسرا نام اس کا ہوی کہتے ہیں اور یہ نفس امارہ سے متعلق ہے۔
دوسرا پردہ روحانی رنگ کا ہے اس کے عقب میں قلم قدرت سے
(الست) لکھا ہوا ہے اسکو منزل ملکوت کہتے ہیں اور یہ
نفس لوامہ سے متعلق ہے۔ تیسرا پردہ سفید ہے اور
اس کے عقب میں قلم قدرت سے (الا اللہ) لکھا ہوا ہے اسکو
منزل جبروت کہتے ہیں اور یہ نفس مطمئنہ سے متعلق ہے چوتھا پردہ اور اس
قلب مطمئن میں ایک سبز رنگ [illegible] ہے جو کہ [illegible] اس کا
اس کے عقب میں (ھو) لکھا ہوا ہے اسکو منزل لاہوت
تعلق ہے اور نفس راضیہ سے متعلق ہے اور یہ [illegible] آگے تفصیل
دریافت کریں گے۔

دائرہ قلب

احدیت بسیطہ

روح

قلب

اگر اس قلب کو علم کلیات و جزئیات یعنی علم عالم غیب و عالم شہادت دونوں مساوی طور سے لاحق ہوں تو اسکو دل کہتے ہیں

جزئیات یعنی علم عالم شہادت لاحق ہو

باب ۵



حقیقت نفس

لغت میں نفس سانس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع انفاس ہے اور کبھی روح وحقیقت شئے وہستی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے نفس کے معنے جب روح کے لئے جائیں تو اس سے روح حیوانی مراد ہوتی ہے جو بخار لطیف ہے اور اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں جو واسطہ ہے اوس قلب و جسد کے درمیان کہ جس کی تعریف قرآن میں مشکواۃ و شجرہ زیتونہ سے کی گئی ہے اور جس کی صفت لا شرقیہ و لا غربیہ واقع ہے کیونکہ یہ نفس شرق عالم ارواح مجردہ سے ہے اور نہ غرب عالم اجساد کثیفہ سے پس اس نفس کے چار قسمیں ہیں جیسا کہ قلب کے چار اقسام تھے

ایک نفس امارہ ہے کہ جسکا میلان طبیعت جدیہ کے طرف ہوتا ہے
اور وہ حکم کرتا ہے انسان کو لذات وشہوات حسیہ کے طرف اور جذب
کرتا ہے قلب کو جہتہ سفلیہ کے طرف اور یہی نفس معدن شر اور مخزن اخلاق
ذمیمہ ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء یہہ نفس قلب مضغہ سے
متعلق ہے۔ جہل خشم۔ کینہ۔ حسد۔ بغض۔ نفاق۔ کبر وبخل۔
کفر وغیرہ اس کے صفات ہین دوسرے نفس لوامہ ہے یہہ بھی اگرچہ
نافرمانی کے کام کرتا ہے مگر پھر پشیمان ہوجاتا ہے اور یہہ نفس قلب
منیب سے متعلق ہے۔ عبادت وتقوی روزہ نماز وغیرہ اعمال حسنہ
اس کے صفات ہین لا اقسم بالنفس اللوامہ تیسرے
نفس ملہمہ ہے اور یہہ نفس ون سے منزہ وافضل ہے۔ رضا وتسلیم
ایفاء عہد وغیرہ صفات اس کے ہین اور اس کو قلب شہید سے تعلق ہے
چوتھے نفس مطمئنہ ہے اور یہہ نفس نور قلب سے منور اور صفات ذمیمہ سے
پاک وصاف اور صفات حمیدہ سے متصف ہے اور مدام بطاعت
حق ہوکر اطمینان حاصل کیا ہے اور قرب الٰہی مین فائز ہے اس لیے
خدا فرماتا ہے کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی
ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی
ادخلی جنتی۔ پس حاصل یہہ کہ روح اگر قالب مین اور اک پیدا
کرے صفات قالب حاصل کرے تو نفس اوس کا نام ہوگا اور یہہ
بصحبت رابعہ عناصر اگر آب وباد خاک وآتش سے متصف ہو تو نفس

نفس امارہ و نفس ملہمہ و نفس لوامہ و نفس مطمئنہ نام ہوگا۔ کیونکہ روح اگر بصحبت آتش صفات عنصر آتشی سے متصف ہو تو یہان نفس امارہ اس کا نام ہوگا اور اس سے تمام نافرمانی کے کام۔ انجام ہوں گے اور یہان جو کچھ خطرات پیدا ہون گے وہ خطرات شیطانی ہون گے۔ اسیطرح اگر روح صفات باد سے متصف ہو اور ہوا کے احکام و آثار اختیار کرے تو اس کو نفس لوامہ کہین گے اور یہان خطرات نفسانی پیدا ہون گے۔ اسیطرح اگر روح صفات آب سے متصف ہو اور اوس کے احکام و آثار اختیار کرے تو اس کو نفس ملہمہ کہین گے یہان خطرات ملکی پیدا ہون گے۔ اسیطرح اگر روح صفات خاک سے متصف ہو اور اوس کے احکام و آثار اختیار کرے تو اس کو نفس مطمئنہ کہینگے اور یہان خطرات رحمانی پیدا ہوتے ہین۔ پس جسطرح کہ روح باعتبار علم صفات جداگانہ متصف ہوئے اسیطرح خباثت نفس کے صور تین ہوئے۔

باب ۹



جسد ملایم

روح علوی جسطرح کہ صحبت جسم کثیف سے روح جمادی - نباتی - حیوانی نفسانی ہو کر نفس کہلائی اور نفس صحبت اربعہ عناصر سے لوامہ امارہ ملہمہ مطمئنہ ہوا اسیطرح قلب بموجب **خلق الانسان من صلصال کالفخار** ترکیب اربعہ عناصر سے جو ٹھیکرے کے مانند سخت تھا صحبت روح سے جسد ملایم ہو گیا اور یہی بمنزلہ وحدت ہے جسکا مرتبہ احدیت دنیا حسنہ اور مرتبہ واحدیت دنیا مذمومہ ہے - دنیا حسنہ سے مراد یہ ہے کہ لوازم سنت ضروریہ جسد کو اور تعالی شانہ کے غیبت کو حبیب کے ساتھ ہے دیکھتے ہوئے ادا کرنا اور زن و فرزند وغیرہ کو موجب

آیہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اللہ تعالی
جانتا۔ اور دنیا ر مذمومہ سے یہہ مراد ہے کہ لوازم سنتہ ضروریہ جسد کو با
اسراف و بلا احتیاط بجب فتوی نفس اللہ تعالی کی غنیمت کو جو جسد کے
ساتھہ ہے غافل ہو کر ادا کرنا و دنیار مذمومہ میں ہر عنصر نے بمناسبت
جسد بصحبت روح علیحدہ رنگ لیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ آتش نے صفت اشتہا طعام و شراب۔ قوت ہاضمہ
وغیرہ حاصل کے۔

۲۔ باد۔ نے صفت عطسہ و فازہ و اماس و لرزہ جسم
ودم وغیرہ حاصل کے۔

۳۔ آب۔ نے صفت لعاب۔ آب منی۔ مذی و ودی
بول وغیرہ حاصل کے۔

۴۔ خاک۔ نے صفت گوشت و پوست۔ استخوان
گردہ وغیرہ حاصل کے۔



دائرۂ اجساد ملایم



پس بموجب حدیث شریف الدنیاء مزارعة الاخراة
مزرعہ یعنے کہیت تو تیار ہو گیا لیکن اوس کی روئیدگی جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی حدیث شریف مین عزاسد العمل فرمائے
ہین عمل باقی رہا - اور عمل خیال پر موقوف ہے اور خیال حس مشترک
کے چار اعتبار دن مین سے ایک اعتبار ہے -

دائرہ اجسام

خیال منفصل وہ ہے کہ جو چیز حواس ظاہری سے پایا ہو ... اوسکو باطن یعنی ارواح کو تصور مین لایا ہو جسکا احادیث سلبی ہے

خیال منفصل

احادیث سلبی

حس مشترک

ذائقہ شامہ سامعہ باصرہ

لامسہ

خیال متصل

واحدیث ثبوتی

خیال متصل وہ ہے کہ جو چیز حواس ظاہری سے پایا ہو یعنی دیکھا ہو یا سنا ہو کہ چکھا ہو یا سونگہا ہو یا چہوا ہو اوسکی صورت اجسام کی تصور مین لایا ہو جسکا احادیث ثبوتی ہے

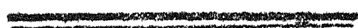
دائرہ عروج و نزول



باب ۱۰



موت اور اوس کے بعد کا دن



موت ۔ روح ابدی کے اوس قطع تعلق کا نام ہے جو کسوت ناسوتی سے نکلکر بہ لباس دیگر جلوہ آرا ہوتی ہے۔ لوگ یہہ سمجھتے ہین کہ زید مر گیا لیکن وہ اس عالم سے گذر کر دوسرے عالم مین چل بسا۔ اگرچہ موت ہر تو نقل مکان ہے اور ایک ایسی شاہراہ ہے کہ جس پر سے ہر شے کا گذرنا ضرور ہے۔ لیکن بعض موت اختیاری ہوتی ہے اور بعض اضطراری اور بعض ہر لحظہ اور ہر آن۔ جو موت کہ موت اختیاری ہوتی ہے وہ خواہشات نفسانی و لذات جسمانی سے پرہیز کا نام ہے کہ الموت ھوالتوبۃ اور جو موت کہ موت اضطراری ہوتی

[illegible] سمجھتے ہیں [illegible] تعلق رکھتی ہے [illegible]

اور جو موت کہ اختیاری ہوتی ہے وہ ایسی موت ہے کہ جس میں [illegible]

حرکت کا اوس کو اختیار ہوتا ہے [illegible] اسی کی تعریف میں اقوال ان

اہل اللہ کا قول ہے کہ مت بالارادۃ تحیٰ بالطبیعۃ [illegible]

جسرا یوصل الحبیب الی الحبیب - تا نہ بینم [illegible]

[illegible] اوس کے مناسب حال ہے۔ غرضکہ جسطرح موت کے انواع ہیں

اسیطرح حیات کے بھی اقسام ہیں کیونکہ ہر زندگی کے مقابلہ میں موت

اور ہر موت کے مقابلہ میں زندگی ہے جو حیات کہ بطرفۃ العین میں تجلی نفس

رحمانی سے متواتر پہونچتی ہے وہ اس موت کے مقابلہ میں ہے جو ہر

لحظہ لاحق ہوتی ہے اور یہہ حیات انسان وجمیع موجودات کو شامل ہے

اور تمام مراتب وجود پر ساری ہے اور یہی منشاء نشاۃ ظہور ہے۔ اور یہہ حیات

قسم اول ہے۔ دوسری حیات ابدی وقلبی ہے جو بواسطہ ترک صفات نفسانی

و لذات جسمانی حاصل ہوتی ہے اور یہہ حیات بمقابلہ موت اختیاری کے

ہے۔ منزل اس حیات کی عالم قدس و مرتبہ تجرید ہے اور یہہ موت وحیات

صرف نوع انسانی سے مخصوص ہے۔ اور تیسری حیات ابدی ہے جو برزخ

مثالی وملکوتی سے متعلق ہے جہاں خالدین فیہا ابدا۔ رہنا ہوگا

اور یہہ جو ہر چیز کی قیامت ہے وہ تعینات وتقیدات کی ہے صورت

فنای اگرچہ مٹ جاتی ہے مگر ذات وجود وہی باقی رہتا ہے جو پہلے سے تھا

[illegible] زمانہ کے ساتھہ نابود ہوتا ہے اور یہہ کیفیات وجود ہے [illegible]

آتا ہے اور اس کا ہمارا دل رفتن ہے کہ مرتبہ انفعال و افتراق معلوم
نہیں ہو سکتا بل ہم فی لبس من خلق جدید ستارہ اگرچہ
ایک ہی جگہ پر دیکھنے ہیں ولیکن وہ ہر وقت عدم سے وجود اور وجود سے
عدم میں آتے ہیں اور یہہ کام مثل جوالہ آتش ایسی سرعت سے ہوتا ہے کہ
اس کی حرکت و مقدار کا صحیح اندازہ کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے پس عالم
ہر وقت تبدیل ہوتا ہے اور پھر موجود ہوتا ہے اور یہہ ایسا دور تسلسل
ہے کہ تا قیام قیامت قایم و باقی رہیگا جب سب کچھ مٹ جاویگا تو وہ وقت
قیامت قیامت کبری قایم ہوگی اور خدا فرماویگا لمن الملک الیوم للہ
الواحد القہار ورنہ یون تو ہر موت کے وقت من مات
فقد قامت قیامتہ ہے جو چیز کہ بوقت ظاہر ہونے
والی ہوگی وہ ہر انسان کی موت کے وقت معلوم ہوگی - اور قیامت
کے بڑے بڑے علامتیں جیسے آسمان کا پھٹنا - زمین کا تبدیل ہونا آفتاب
کا تکویر ہونا - ستارون کا منتشر ہونا اور مثل اس کے سب کچھ نشانیان
بحالت نزع انسان پر وارد ہون گے اوس کے ہڈیان جو مثل پہاڑ کے
سخت ہیں چورہ چورہ ریزہ ریزہ ہوں گے - اوس کے بال جو مثل نباتات
اوگے ہوئے ہیں پژمردہ و پریشان ہون گے - اوس کا جسم جو مثل درخت
کے قایم ہے ایسا لرزیدہ گا جیسے زمین روز قیامت کے - اوس کے
حواس ایسے منتشر ہون گے جیسے ستارہ آسمان کے - اوس کے مسامات
ایسے کشادہ ہون گے جیسے نہرین ایک عظیم دریا کے اور اوس کے

مثل دریا کے پسینہ جاری ہوگا اور یہہ اوتسابین اور سب رسیئے گا۔ پہاڑ بین
ایک دوسرے سے ایسی ملین گین کہ تمام جفت جفت ہوکر طاق ہوگا۔ سبب
روح تن سے جدا ہوگی تو زمین وجود فاع صفصفاً ہوگی اور یہہ
موت ایک نمونہ ہوگی قیامت کبریٰ کا یعنے جیسے قیامت کبریٰ کے روز
پہاڑ اٹھالئے جاوینگے اور زمین ایسی سپاٹ ہموار ہوگی کہ نہ بلندی
رہیگی نہ پستی ایسے ہی موت کے وقت انسان کا حال ہوگا اور یہہ اسکو
سے قیامت صغریٰ ہے **کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک
ذوالجلال والاکرام**۔
ایجاد و عدم مثل خلق و اعادہ نفس بنی آدم دو عالم مین اور ہر عالم اپنی آفرینش میں
جدید ہے اور غایت سرعت سے ان کی مدت عمر دراز معلوم ہوتی ہے۔ یہہ
اقتضار اسمار آلٰہی ہے جو ہمیشہ بود و نابود سے متعلق رہیگا۔ **کل یوم ھو
فی شان** پس جو تعلق و تعین کہ محسوس ہوتا ہے اوس کے سلئے دو عالم ہیں
ایک ظاہری دوسرے باطنی۔ عالم ظاہری عالم صورت سے متعلق ہے
اور عالم باطنی عالم معنے ہے۔ جب کوئی شئے عالم صورت سے عالم معنے کی طرف
رجوع ہوتی ہے تو لوگ اوس کو موت و فراق سمجھتے ہین لیکن حقیقتاً ایسا نہین
بلکہ یہہ فراق بمنزلہ استعمال و یہہ فنا بمنزلہ لقا رہے جس نے تعلق ہستی مجازیہ
نیست کیا وہ وجود حقیقی کے ساتھ متصل ہوا اور جس نے ایسا نکیا وہ منفصل ہی
رہا۔ پس لقا حقیقت مین اسم وجود ہے اور فنا ر تعین منسوبہ بوجود ہے
صورت محل ظہور حکمت ہے اور عالم معنی محل ظہور حکمت سبب روح انسانی

مفارقت کرتی ہے اور لباس و تعین جسمانی سے معرا ہوتی ہے تو اوسکے
جمیع اکات نفسانی و جسمانی بصورت مناسب متشکل ہنت یا ر کرتے ہین اور
یہہ مناسبت مشابہ اون ادراکات کے ہوتی ہے جو روح بعد مفارقت
اپنے ساتھ لیجاتی ہے۔ کیونکہ روح جسم مین بیکار نہین ہے۔ یہہ اوس
عرفان و یافت کے لئے آئی ہے کہ جس کی نسبت خدا نے عز و جل بار
بار اپنے کلام مین تاکید فرماتا ہے۔ اور قاعدہ بھی ہے کہ جب ایک
فعل بار بار کیا جاتا ہے تو اسی تکرار حال کا نام عادت اور عادت بتدریج
خصلت یک ملکہ ہو جاتی ہے جیسے میوہ خام ایک مناسب مدت گذرنے
کے بعد پختہ و لذیذ ہو جاتا ہے اسیطرح روح کا حال ہے کہ بہ سبب صحبت
جسم کثیف مین رہکر اوس کے احکام و آثار و خوبو اختیار کرتی ہے اور
تکرار حال سے یہی امر اوس کے عادت مین داخل سمجھا جاتا ہے۔ پس
جسطرح کہ اوس کی یافت ہوگی اوسی مناسبت سے عالم آخرت مین اوسکا
تشکل ہوگا اور جیسے اور جس خیال مین یہان اوس کا وقت آخر گذریگا
ویسے ہی عالم آخرت مین اوس کا رب ہوگا من شغلك فهو صنمك
کیونکہ عالم مثال مین بدن انسانی ایسا معنوی جسم ہوگا کہ جس مین ظلمت
و کثافت مطلق نہ ہوگی۔ اور ایسا روشن و شفاف ہوگا کہ جو چیز اوسکے
مقابل ہوگی اوس کا عکس اوس مین منعکس ہوگا۔ اور جمیع اعمال و افعال و
اخلاق انسان کے بہ سبب رفع حجاب ظلمانی و بدنی بمناسبت یافت عالم
احد عالم مثال مین صورت اختیار کرینگے۔ اور جو صفت کہ دنیا مین

انسان اختیار کرتا ہے یا جس صفت کا انسان میں غلبہ ہوتا [illegible]
اوصاف عالم آخرت میں بصورت مناسب ظاہر ہونگے [illegible] الدنیا
مزرعة الآخرة آیا ہے اور جیسے ہماری قوتیں بالفعل عالم [illegible]
میں ظہور پاتی ہے اسیطرح عالم معاد میں وہی ہماری قوتیں [illegible]
قوت سے فعل میں آ جاتی ہیں - اور ہمارے افعال و [illegible]
مناسب اوس کے مجسم متشکل متشخص ہونگے - اور جیسے دنیا میں قوت [illegible]
مواليد ثلاثہ مثل نباتات جمادات معادن ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح
عالم آخرت میں ہمارے اخلاق حسنہ بصورت نور اور ہمارے اخلاق
بد بصورت نار ظاہر ہونگے اور جب تمام تعینات جو باعث کثرت و
عوارض وجود میں رفع ہو جاوینگے تو اوس وقت نہ پابندی [illegible]
رہیگی اور نہ بیتی بیتی اور یہی قیامت کبریٰ ہے - عالم آخرت میں روح
و بدن متحد ہو کر ایک ہی رنگ لینگے - اور ہمارے جمیع اعضاء و قوی
گویا شنوا دانا و بینا ہونگے اور ہر ہر قوت قواے مدرکہ سے ایک مجموعہ
ہو گا - اور یہہ ظلمت و صورت عنصری ذاتی و لطیف ہوگی اور جب یہہ
تعین جو مانع مشاہدہ ہے رفع ہوگا تو روح و بدن متحد و نورانی ہونگے
اور نور آلٰہی بے کیف اوس پر متجلی ہوگا پس اوس وقت علم الیقین بصورت
عین الیقین کمال اطلاق و جمال کے ساتھہ معلوم ہوگا - اور یہی لقاء
آلٰہی ہے کہ جس کے بغیر مومن کو راحت نہیں ہو سکتی لا راحة للمؤمن
دون لقاء اللہ - موت مثل خواب کے ہے اور خواب ایک

غفلت اور بیداری ایک ہوشیاری ہے۔ اگر ہوشیاری دنیا، خواب سے بہتر ہے تو ایک ہوشیاری ہے۔ ایک بمنزلہ ثبوت کے دوسرے بمنزلہ ... روح و قالب کے درمیان مثل برزخ کے ... قلب بوقت خواب روح کے طرف متوجہ ہو اور اس وقت جو کچھ عالم ... یا ہیں اوس کو مشاہدہ ہوا ہو تو خارج ہیں اسکا ظہور ... ہوگا کیونکہ ... بجانب سلب ہے۔ اور اگر قلب عالم ... کے طرف متوجہ ہو ... اور ... وقت ... یا ہیں جو کچھ اوسکا مشاہدہ ہو تو خارج ہیں اسکا ظہور ... ہوگا ... مثلاً اکثر ... دیکھتے ہیں کہ خواب ... ہوتی ہے یا ہم خود ... بیدار ہوتے ہیں ... اسکا خارج ہیں ... دیکھتے ہیں ... اس کے سبب ہم خواب ... ہیں ... کو دیکھتے ہیں اور ... ملوث ہوتے ہیں تو ... اس کا ... ظاہر ہو جاتا ہے یہ کیا راز ہے ... اگر روح کے جانب ... سلب ہوگا اور اگر جسم کے طرف ہوئے تو ... ثبوتی ہوگا۔ کیونکہ یہ بمنزلہ برزخ ہے اور برزخ ہیں یہ ہر دو قابلیتیں ہیں۔ پس خواب ہیں اگر ... بیداری کا اثر ہے مگر ہماری ... بیداری بھی بمنزلہ خواب ہے اور شاید فوق العقل ... سلب ... اس کے بعد اس سے ... جس کو موت کہتے ہیں۔ سرور کائنات کا فرمان ہے کہ تمام لوگ عالم خواب ہیں ہیں جب موت آوے گی تو بیدار ہوں گے ...

موجودہ بیداری بلحاظ آخرت حالت خواب ہے اور خواب خاصیت نبوت
کا ایک نمونہ ہے کیونکہ سونے والے آئندہ آنے والی بات کو صریحاً
یا بتمثیل معلوم کر لیتے ہیں یا جس کا انکشاف من بعد ازاں کو بذریعہ علم تعبیر
ہو جاتا ہے۔ خواب ایک برزخ ہے حیات و موت دنیا و آخرت میں کیونکہ
صاحب خواب حالت خواب میں کچھ موت اور کچھ حیات کا حکم رکھتا ہے
امور دنیوی کا اگر مطالعہ کرتا ہے تو امور اُخروی کا مشاہدہ کرتا ہے انبیاء
کرام اگر وحی سے امور اخروی پر مطلع ہوتے ہیں تو اولیاء کرام
بذریعہ رویاء صالحہ کے۔ رویاء صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے اور
اس میں امور اخروی کی مثال انسان کو بشابہ و مماثل اشیاء دنیا کے
دکھائے جاتے ہیں اور اسی سلئے رویاء صالحہ فرع نبوت ہے الرویاء
الصالحۃ جزءٌ من ستۃ و اربعین جزءً من النبوۃ
رویاء کی حقیقت اکثر معنی بمثال ہوتی ہے جیسے نبی کریمؐ جبرائیلؑ
کو خواب میں دیکھے کہ وہ ایک دودھ کا قدح لائے ہیں تو آپ نے اس دودھ کی
تعریف علم سے فرمائی کیونکہ دودھ جسطرح غذائے نفس ہے اسیطرح علم
خط روح ہے۔ اگر صفت علم دودھ سے مراد نہ لی جائے تو تشبیہ بے دیت
ہوگا۔ اسی لئے تمثیل لبن سے علم مراد ہے اور علم عین معنے اور معنے بجز
صورت کے ناممکن۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ وجود علمی کو شہود عینی
میں دیکھیں تو سب سے پہلے ایک مناسب صورت اور معنے کے ساتھ لینی
ہوگی کہ جس معنی کو اس صورت سے کچھ تعلق ہو [illegible] تمثیل وہ

وہ معنے لئے ہونگے تاکہ وہ صورت اوس معنے پر دلالت کرے پس جو
اس صورت کو دیکھے گا تو وہ ضرور معنے کو دیکھیگا اسی لئے سرور کائنات
فخر دوعالم نے من رانی فقد راالحق فرمایا ہے۔ تمام صور انبیاء علیہ السلام
تمثیل حق ہین اور تمام صور شیاطین تمثیل باطل باطل کبھی بصورت حق
متمثل نہین ہو سکتا جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہی کہ من رانی فی
المنام فقد رانی حق لان الشیطان لا یتمثل بی ولا
بصورتی اور آپ نے یہہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے مجکو خواب مین
دیکھا وہ حقیقتًا مجھکو دیکھا۔ پس اس قسم کے رویا روحانی کشف کی
تمثیل واقعہ ہین جہان روح بصورت جسد دکہائی دیتی ہے تاکہ اس صورت سے
اوس صورت کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ اور اس قسم کے تمام صور مثل
مثال آئینہ ہین اوس صورت کے لئے جسطرح کہ صورت آئینہ مین صورت
شاہد ہے اسیطرح جبرئیل جو بصورت دحیہ کلبی آتے تھے اون کے روحانی
صورت کی ایک مثال ہے کیا بھید اسکا تھا کہ جبرئیل کے ساتھہ سو نورانی پر
اور ہر پر اس عظمت کا کہ اگر وہ زمین یا آسمان پر رکھا جاوے تو زمین و آسمان اوس کے
ایک گوشہ مین سما جاوین کسطرح دحیہ کلبی کے صورت مین متمثل ہوئے اگر یہہ کہتے ہو کہ وہ جبرئیل
نہ تھے تو انکار وحی لازم آتا ہے جو موجب کفر ہے اگر تسلیم کرتے ہو تو بھی صورت صورت
تمثیل ہی کیونکہ خدا نے ہر روحانی امور کے دکھلانے کے لئے چاہی وہ بیداری مین ہو یا خواب
مین ایک ایک تمثیل ظاہر کی ہی اور عادت الٰہی ایسی ہی جاری ہی فتمثل لہا بشرًا سویا
اسکا شاہد ہے کہ جبرئیل نظر مریم مین بصورت بشر مسلم ہوئے اور مریم بروح حاملہ ہوئین اور جبرئیل

بصورت ملکی مثل اوس تمثیل کے ظاہر ہوئے جس طرح کہ صورت آئنہ شاہد کے لئے ایک تمثیل ہے۔ اگرچہ او تعالی شانہ کے لئے کوئی مثال نہیں ہو سکتی ہے لیکن ایسے بے کیف مثال کہ جیسی صورت آئینہ شاہد کے لئے مثال ہے جایز ہو سکتی ہے۔ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ مثل ور مثال مین فرق ہے مثل دوئی کا مقتضی ہے اور غیریت کا متقاضی۔ اور مثال بلحاظ صورت متکثر اور بلحاظ معنے متحد ہے جیسے شعاع آفتاب ہزارہا بگار نگ آئینوں مین مختلف ہے۔ لیکن وہ معناً متحد ہے اسیطرح اس کا حال ہے۔ ایسے اصول پر صور عالم خواہ روحانی ہون یا جسمانی۔ ملکی ہون یا انسانی بلحاظ مدارج آیات وصفات وذات کہین تو درست ہے۔ کیونکہ جب صورت کو بغیر معنی کے وجود نہین ہے تو معنے کو بغیر صورت کے کب شہود ہے پس جایز ہے کہ وہ معنے بصورت تمثیل متمثل ہو اور عارف شناخت مین اوس کو اپنا وسیلہ کرے رویت اللہ جو خواب مین جایز ہے وہ اسی شہود سے متعلق ہے۔ جب دلیل اذا یغشی دیدۂ عقل کو خواب آلود کرے اور جب والنہار اذا تجلی عین عشق کو تابان کرے تو اُس وقت خود بخود مشاہدہ حق حاصل ہوگا اور خواب بیداری درستی ہوشیاری ہوگی فقط



بسم اللہ

از علیم الدین محمد وکیل ہائکورٹ سرکار نظام۔ متوطن آنبہ جوگائی ضلع بیڑ